

پیر مانند

کلیم اکادمی بنگلور

سلسلۂ انتخاب منظوماتِ کشمیری نمبر ۲

پرمانند

مؤلفہ

پروفیسر ایس۔ کے۔ توشخانی

جموں و کشمیر کلچرل اکادمی سرینگر

سنہ ۱۹۶۰ء

بار اول ... ستمبر ۱۹۶۰ء

تعداد ... ایک ہزار

قیمت ... ایک روپیہ

مطبوعہ ... بروکاز پریس سرینگر

فہرس

تعارف

پنڈت نند رام المعروف پرمانند کشمیری زبان کے نہایت بلند پایہ اور مایۂ ناز شعراء میں سے ہیں۔ آپ ۱۷۹۱ء میں بمقام سیر پیدا ہوئے یہ گاؤں کشمیر کے مشہور تیرتھ مٹن سے زیادہ دُور واقع نہیں۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام کرشنہ پنڈت اور والدہ محترمہ کا نام سرسوتی تھا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد آپ نے اُس زمانے کے دستور کے مطابق فارسی میں حسب ضرورت تعلیم حاصل کی۔ مختصر سی تعلیم پانے کے باوجود پرمانند نے اس زبان میں ایسی مہارت پیدا کی کہ وہ شعر بھی کہہ سکتے تھے اور غریب تخلص کرتے تھے۔ آخری عمر میں ضعفِ پیری کے باعث ان کو اونچا سُنائی دینے لگا تھا۔

اس پر یہ شعر کہا ؎

ہمیں گفتم خداوندا کرم کُن　　نمے گفتم خداوندا کرم کُن

اس شعر میں "کرم" دو مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ مصرعۂ اول میں بمعنی 'عنایت' اور مصرعِ ثانی میں بمعنی کرمرا' یعنی 'بہرا مجھے'۔ مطلب یہ کہ اے خداوند! میں نے عرض کی تھی کہ مجھ پر عنایت کر۔ یہ تو نہیں کہا تھا کہ مجھے بہرا بنا دے۔

آپ کی ایک دستی تصویر دستیاب ہوئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی پیشانی کُشادہ، آنکھیں روشن اور ناک بلند تھی۔ خدوخال سے ذہانت اور یکسوئیِ قلب کا جذبہ نمایاں ہے۔ آپ کے مجموعہ کلام کے کئی قلمی اور مطبوعہ نُسخے تو ملتے ہیں لیکن ان میں عام طور پر املا کی غلطیاں بکثرت پائی جاتی ہیں اور بہت کچھ دیدہ ریزی کرنے کے بعد بھی اصلی لفظ یا شعر کا پتہ لگانا دُشوار ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک دو نُسخے ایسے بھی موجود ہیں جنہیں مستند کہا جا سکتا ہے ان میں سے ایک پنڈت نرائن کول کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور دوسرا پرمانند کے عزیز ترین مرید پنڈت لکشمن بھٹ کے قلم سے ہے۔ موخرالذکر نسخہ مرحوم کے گھر میں آج تک موجود ہے۔

پرمانند کے والد کرشنہ پنڈت مٹن کے پٹواری تھے۔ وہیں انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی صغر سنی ہی میں مال دیّد کے ساتھ کی۔ مال دیّد کسی قدر ترش مزاج تھیں۔ اس کے برعکس پرمانند خوش طبع اور ظریف واقع ہوئے تھے

اس لئے مال دیدٔ کی ترش مزاجی کا ان پر کوئی اثر نہ پڑا۔ وہ اکثر مذاق اُڑانے سے باز نہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ اُن کے پڑوس میں کوئی مرگیا تھا۔ پرمانند نے ان سے کھانا مانگا۔ مال دیدٔ نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ ہمسائیگی میں جب تک لاش پڑی ہے اور جلائی نہ جائے تب تک کھانا کھانا مُناسب نہیں۔ پرمانند نے جو ویشنو تھے فوراً یہ چوٹ کی کہ گھر میں کئی سوکھی مچھلیوں کے ہوتے ہوئے جب کھانا کھانے میں کوئی اعتراض نہیں تو پڑوس میں ایک لاش کی موجودگی سے وہ کیوں گھبرانے لگیں۔

پرمانند کی عمر تقریباً پچیس سال کی تھی کہ کرشنہ پنڈت کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد پرمانند ان کی جگہ پٹواری مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں پٹواری کو بنظرِ حقارت دیکھا جاتا تھا۔ اس پر طرح طرح کے ظُلم روا رکھے جاتے تھے وہ بھی اس کا شکار تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک افسر سِرازادھول پر ایک ہجو لکھی۔ فرماتے ہیں۔

مصرعہ چھُہ بے نقطہ رُود
دوہ ذ چھُکھہ بہ داُدِس دود
رہاہت چھُہ وشہلِہ زن
ہاران تھُلہِ زن

۸

مَٹن پَچھے ہُو آہش تس
پٹواری دِنی دھرمَس
ٹھاران چھِہ گاران کَس
وُنی تُو یِہ بہی کیا
گَیہِ نہٕ صحیح زاہ

مِسرا دادھول ایک بے نقطہ[1] اور بے مروّت مسرا (معرعہ) ہے۔ اب وُہ (پٹواریوں کے حق میں) ایک اور بلا ثابت ہوا۔ جس طرح بھِرٹیں نیش زنی میں مصروف ہوں۔ دُور سے وُہ گویا آگ برساتا ہے۔ اب اس کی مرضی ہے کہ شرادھ کے موقع پر گؤدان کے بدلے پٹواریوں کو جو سستے داموں دستیاب ہو سکتے ہیں نوکاؤ میں دیا جائے۔ پٹواری بیچارے تھر تھر کانپ رہے ہیں کہ معلوم نہیں کس کے نام قرعہ پڑیگا۔ آخر بات ہے کیا کہ پٹواریوں کا کھاتہ صحیح نہیں سمجھا جاتا۔

کلام پرمانند کے جو نُسخے اس وقت دستیاب ہیں، ان میں سے جناب ماسٹر زندہ کول صاحب جو پرمانند پر ایک مسلّم اور مستند محقق کی حیثیت رکھتے ہیں پنڈت نرائن کول کے نسخے کو دیگر تمام نسخوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کی دانست

---

[1] ممکن ہے کہ بے نقطہ سے بے لگام کے معنی بھی مراد لئے گئے ہیں۔ کیونکہ لگام کے اگلے حصے کو کشمیری میں نقطہ کہتے ہیں۔

میں بھی سب سے زیادہ مستند نسخہ وُہ ہے جو پرمانند کے عزیز ترین مرید موضع ناگام کے مرحوم پنڈت لکشمن بھٹ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ آج تک آنجہانی کے گھر میں موجود ہے مگر اس کا دستیاب ہونا مُشکل معلوم ہوتا ہے۔

پرمانند کے کلام میں ماحول کا کافی اثر پایا جاتا ہے۔ مٹن کشمیر کا ایک مشہور تیرتھ ہے۔ یہاں دُور دُور سے لوگ یاترا کے لئے آتے ہیں۔ کبھی کبھی سادھو مہاتما یہاں کچھ عرصہ کے لئے قیام کرتے ہیں۔ ایسی جگہ سکونت اختیار کرنے سے پرمانند کو بہت سے سادھوؤں، سنتوں اور مہاتماؤں کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔ ان میں سے ایک پرم ہنس سوامی آتمانند کے ساتھ انہوں نے کافی وقت گذارا۔ ایک سکھ سادھو کی بدولت گرنتھ صاحب کی تعلیم سے مستفید ہوئے۔ کئی مسلمان فقراء سے بھی ان کی دوستی تھی جنہیں وہاب صاحب کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ پرمانند نے ان کی فرمائش پر ایک نظم بھی لکھی ہے۔

کلام میں ہمہ گیری پائی جاتی ہے خاصکر اس حصے میں جس میں وہ اپنی زندگی کا فلسفہ بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

پَرِ کھتھ پَرِ پَرِ سارِ نہ
پوز بوتہ یوڈ پَزِ مارِہ نہ

پرَز پوّز بوّد پرَز مر وہ

سچ پہ تو سب کو یقین ہونا چاہیئے۔ صرف حق سُننا چاہیئے لوگ تجھے اُس
کے لئے قتل بھی کریں۔ آخر سچ ہی کی فتح ہوگی چاہے تجھے اس کے لئے شہید
ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔

ان صحبتوں کا اثر ان کی زبان پر بھی پڑا۔ چنانچہ ان کے کلام میں کہیں
کہیں پنجابی اور ہندی الفاظ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً سپ بمعنی 'سانپ'
مستھس بمعنی 'ماتھے کو'، 'ویکھنم' بمعنی 'مجھے دیکھیں گے' وغیرہ۔ کئی گیت اور
بھجن انہوں نے پنجابی اور ہندی کی ملی جُلی زبان میں جسے وہ بھاکھا کہتے تھے
لکھے ہیں۔ کلام میں آکاش، زمین، ندی، ہل، درخت اور بہار و خزاں وغیرہ الفاظ
بکثرت ملتے ہیں۔ جن کو وہ استعارات کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ دیہات میں
زندگی بسر کرنے کی وجہ سے مناظرِ قدرت نے ان کی طبیعت پر گہرا اثر ڈالا تھا
جس طرح ہوا سے درخت کی ٹہنیاں جھومنے لگتی ہیں اور بادِ صبا شاخوں سے
ٹکرا کر ان سے مضراب کا کام لیتی ہے۔ اسی طرح آپ بھی وجد میں آکر رقص
کرتے تھے اور چونکہ آپ ستار نواز بھی تھے۔ ساز و سرود کی وہ محفل جما دیتے تھے
کہ سامعین پر وجد و مستی کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے
کلام میں اکثر مترنم بحریں پائی جاتی ہیں۔ عوام میں کلام کی مقبولیت کی ایک وجہ

یہ بھی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدت تک ان کی "لیلائیں" گلی کوچوں میں بھی گائی جاتی تھیں۔ اور اب بھی بعض محفلوں میں نہایت ذوق و شوق سے گا گا کر پڑھی جاتی ہیں۔ بعض نظمیں بحر مسمط میں لکھی گئی ہیں جن کے ایک ایک شعر میں دو دو تین تین قافیوں کے التزام نے عجیب لطف پیدا کیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ قریب قریب ہر بند میں ذو معنی اور مختلف المعنی ہم آواز الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں اور باوجود اس کے کہ بعض اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ادبی شعبدہ بازی کے کرشمے دکھاتے ہیں۔ ان کے ہاں آورد میں بھی آمد کا لطف پایا جاتا ہے۔ اور الفاظ کا یہ استعمال کانوں کو بہت اچھا لگتا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو

لے کر دھ میٹھے تل لبو سے پنکھ
مور کھ نہ ہیر کریں نکھ نکھ نکھ

درخت سایہ سے کہتا ہے تو مجھ میں سما جا تا کہ تجھ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہ رہے۔ تب تجھے سورج کے سامنے سر خم نہیں کرنا پڑے گا۔ دیکھیے "نکھ نکھ" نکھ یہاں کتنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس طریق عمل میں حد اعتدال سے گذر جاتے ہیں۔ اور ہم آواز الفاظ کا شوق استعمال انکو کھینچا تانی سے کام لینے پر مجبور کرتا ہے۔ مثلاً

کنہٕ کَن نہٕ کینْہہ ریّن دھرم دان
کنہٕ کنہٕ نَم پہار پوزہٕ ھان
گرٕ ہٕ تراوِتھ میتھ کیٛن کنہٕ سان

دھرم دان کرنے کا فرض کنواری لڑکیوں پر عاید نہیں ہوتا۔ وہ پتھروں کی جگہ پہاڑوں کو پوجتیں۔ انہوں نے گھر کے پتھر اور سنگِ بنیاد بھی ترک کر دئے ہیں

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ پرمانند اپنی اہمیت کے پرستار راوھول جیسے حضرات پر کس طرح ظریفانہ انداز میں چوٹیں کرنے پر قادر تھے۔ ان کی ظرافت میں پھکڑپن نہیں پایا جاتا بلکہ ایک قسم کی چاشنی ہوتی ہے۔ "شولگن" میں چھوٹا منہ بڑی بات والے میاںجی (پروہت) کا ذکر اس طرح کرتے ہیں ؎

ژھُر آش ہیٛنتھ سُہ وُر بزٕنُس
لوٚگمُت پزٕ نِس تہٕ لزٕنُس
پُلہٕ ہا ہور پیٛر رٕتھ دوہٕ دوہ

وہ خواہ مخواہ اُمید کے سہارے اپنی کھچڑی پکانے میں مصروف تھا وہ اسی خیال میں غلطاں و پیچاں تھا کہ (شادی میں) کیا کچھ کرنا چاہیئے اور کس کس کو کیا کیا دینا مناسب ہوگا اور نعلین گیاہ سے آراستہ ہو کر ادھر اُدھر دوڑ دھوپ کر رہا تھا۔

اسی طرح جب سفید ریش اور جٹا دھاری شوجی دلہا بن کر برات کے ساتھ آتے ہیں تو اس کا مذاق یوں اُڑاتے ہیں ؎

پرازُن پنز ہیے کیوتر کال
وُنہ چھے پھٹنے گونزِتھ وال
بُجرس پُھتھ سوانگ چُھی کوہ

ابھی کونسی جلدی تھی۔ کچھ دن اور انتظار کرتے۔ ابھی تو سبزہ بھی آغاز نہیں ہوا ہے۔ پیری میں یہ سوانگ رچانے کی کیا سُوجھی ہے ؟

پرمانند کی زبان میں جادو کا اثر ہے۔ جس مضمون پر قلم اُٹھاتے ہیں جاذبِ توجہ بنا دیتے ہیں۔ اس زمانے میں اردو کی طرح کشمیری شاعری بھی گل و بلبل، زلف و سنبل، خد و خال اور ہجر و وصال غرض حسن و عشق کے بیان یا سراپائے معشوق کے ذکر تک محدود تھی اور اس مضمون کو بالتفصیل قلمبند کرنا ہی منتہائے شاعری سمجھا جاتا تھا۔ لیکن پرمانند نے اپنے لئے ایک الگ راہ نکالی۔ ان کا کلام تصوف و معرفت، گیان دھیان اور رموز و حقائق کا ایک دفتر ہے۔ اکثر شعرا اہل ثروت کی مدحت سرائی اور ثنا خوانی کر کے روپیہ کماتے تھے۔ لیکن انہوں نے کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ اگر کیا تو فقط خدا کے سامنے۔ چنانچہ ان کی بعض نظمیں مناجات کا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ ایک دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے

وُزہ ناوتمُ پاوتمُ مہ نیندزو

اے خدا مجھے بیدار کر اور خوابِ غفلت میں نہ ڈال۔

ایک اور موقع پر کہتے ہیں سے

آسے آم سوران پالیس یاوتمُ

بلہ روست گاسے نیتہ پلزیم گتھ

عمر بیتی جاتی ہے مجھے صحیح راستے پر لگا دے۔ نہیں تو میرا یہ جسم نحیف ہو جانے پر کس کام آئے گا۔

بعض نظمیں پند و نصائح کا مرقع ہیں جو حقائق پر مبنی ہیں وہ واعظ یا زاہد خشک کی طرح برسرِ منبر نصیحتیں نہیں کرتے۔ اور اسلئے وہ پڑھنے والوں کے دل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں سے

بیند کُس چھُ یس چھُ وِ شوراگ

موکلیو کُس یمیٔ تھٔ کور تیاگ

پننے چھُ ہبند پننے موکجار

گرفتار کون ہے؟ وہ جسے ہر چیز سے لگاؤ ہو۔ آزاد کون ہے؟ وہ جس نے سب کچھ ترک کیا ہو۔ انسان کا گرفتار یا آزاد ہونا خود اس کے اختیار میں ہے۔

پرمانند کے زمانے میں منظوم حکایات قلمبند کرنے کا رواج بھی عام تھا۔ لیکن

انہوں نے اس فن کو ایسا اُبھارا کہ اپنے زورِ تخیل سے حکایات کو تمثیلی نظموں میں پیش کر کے دنیائے دوں اور عالمِ بالا کو ایک کر کے دکھایا۔ استعارات کے پردے میں کائنات اور حیات کے اہم مسائل کو بیان کیا۔ اور ان پر روشنی ڈالی۔ اس قسم کی تین طویل نظمیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ (۱) رادھا سویمور (۲) سداما چرتر (۳) شو لگن۔ رادھا سویمور میں شروع ہی سے اُنہوں نے استعارات و کنایات کا پردہ فاش کر کے اپنا مطلب بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

گوکل ہَرڈے میون تتھ چون گوڑ روانہ

گوکل تو میرا ہی دِل ہے وہیں تیرا گئو شالہ ہے۔

آگے چل کر کہا ہے ؎

ورُژ میانہِ گوپیہ ژٹے پتہ پتہ لارانہ
بانسری نادہ وادہ متانو
تُشرِ ژھتہ حیلس تہ ہوش مشرِ ژھتہ پرہ تہ پانہ

میرے دل کی جنبشیں (یعنی خیالات و خواہشات اور جذبات) گویا گوپیاں ہیں جو تیرے پیچھے پیچھے دوڑتی پھرتی ہیں۔ یہ تیری بانسری کی آواز سُن کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہیں اور پاگل ہو رہی ہیں۔

سری کرشن کی شادی کا حال یوں لکھا ہے کہ واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

یہ کسی دنیاوی بشر کی شادی کا ذکر نہیں بلکہ کائنات اور اس کے خالق کے باہمی وصل کا بیان ہے اور اسمیں قدرت کی تمام طاقتیں آگ، ہوا، بجلی وغیرہ حصہ لے رہی ہیں۔ اس نظم میں شاعر نے گویا مغنی بن کر اپنا مضمون اس طرح موسیقانہ انداز میں پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا گاتے گاتے بے اختیار رقص کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ؎

(۱) وادہٕ کُوکہ پال ڈراو لڑھ ڈُوہٕ ناوان
اِندرازٕ وَتہٕ لوہٕ ناوانو
بسنت رنگہٕ رنگہٕ پوش وتھراوان ...

(۲) سربہٕ ژُندرمہٕ ہیتھ شمع چراغانہ
وُزہٕ ملہٕ اِتھ ہیتھ تاپدانو
وُزینہٕ مایا منزٕ لِس الرانہٕ ...

(۳) ٹینکھی آکاشہٕ پکھہٕ اَسی کرانہ
نکھہٕ واگٕ ذٕ توت ییتہٕ برش بھانو
بروٹھہٕ دراکھہٕ توٗرٕ کُوکھہٕ سازٕ نوتانہ ...

(۴) اگنہٕ دیوتا اوس وینزن رنانہٕ
امرتہٕ رَسہٕ چھا انو

کھینہ وونہ ...ژھ ... سان پتھ پانہ ...

(۵) واڈوانل اگن اوس سند راتہ

امبرن چھہ عنبر تھاوانو

ژندن کاٹھہ دھرتی کاٹھہ گرٹھانہ ...

(۱) وایو دیوتا خود سڑکیں صاف کرنے لگے۔ بارش کے دیوتا یعنی راجہ اندر راستہ لیپتے گئے اور بسنت نے رنگ برنگ پھول بچھا دئے۔

(۲) سورج اور چاند نے چراغاں کر رکھا تھا اور بجلی (بادلوں کی) چھتری لئے تھی۔ مایا خود سری کرشن کا پالنا ہلا رہی تھی کہ کہیں وہ جاگ نہ پڑیں۔

(۳) پنکھی آسمان کی جانب سے پنکھا کر رہے تھے۔ غرض برات برش بھانو کے ہاں (یعنی سری کرشن کے سسرال) پہنچ گئی۔ وہاں سب لوگ دعائیں دیتے ہوئے اس کا استقبال کرنے کے لئے باہر آ گئے۔

(۴) اگنی دیوتا قسم قسم کی نعمتیں تیار کر رہے تھے۔ اور ان کو لذیذ بنانے کیلئے آب حیات استعمال کرتے تھے۔ اسے اِس دنیا کے مہمان تو بھی شوق و عقیدت سے یہ ضیافت کھا۔

(۵) واڈوانل آگ (یعنی وہ آگ جو سمندر کی تہ میں پائی جاتی ہے) شادی کے اگن کُنڈ کی آگ سلگا رہی تھی۔ وہاں عنبر کے انبار لگے تھے اور چندن کی لکڑی

اتنی زیادہ تھی کہ زمین اس کے بوجھ سے دب گئی۔

اسی طرح 'سداما چرتر' میں منفرد روح کا جزو خدا ہونا۔ پھر خودی کے چکر میں آکر خدا سے جُدا ہونے کے باعث مصیبت میں مبتلا ہونا اور اخیر میں تعقلِ خدا اور اصلی جستجو سے معراج حاصل کرنے کا مسئلہ سداما اور سری کرشن کی دوستی کے پردے میں پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم کا انتخاب اس مجموعہ میں شامل ہے۔

'شو لگن' میں شو اور شکتی (قادر اور قدرتِ کاملہ) کے ہجر و وصل کا قصہ بیان کر کے کائنات کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔

ان نظموں کے علاوہ تین اور چھوٹی چھوٹی تمثیلی نظمیں 'کرم بھومکا'، 'امرناتھ یاترا'، اور 'مناظرۂ درخت و سایہ' ہیں۔ 'کرم بھومکا' (یعنی میدانِ عمل) میں زمین کاشت کرنے کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور استعارات کے ذریعے سے میدانِ عمل میں انسان کی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

'امرناتھ یاترا' میں پرمانند نے بڑی ہنرمندی سے ذومعنی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس میں یاترا کی سب منزلیں بیان کی گئی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یوگ ابھیاس اور ترکِ تعلقات کی ان تمام منزلوں کا ذکر پایا جاتا ہے جن سے گذر کر دنیا کا یاتری یعنی بندۂ خدا اپنے خالق سے جا ملتا ہے۔

مناجات اور اخلاقی اور تمثیلی نظموں کے علاوہ پرمانند کے کلام میں ایسی نظمیں بھی شامل ہیں، جن میں تصوف و معرفت اور عالم آخرت سے متعلق رموز و اسرار بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے نمونے کے طور پر "سہز چھ ویتھ ارگو" اور اسی قسم کی چند اور نظمیں اس انتخاب کے آخر میں درج کی گئی ہیں۔

یہاں پر یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پرمانند نے پرانے رنگ کی شاعری میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ مذہبی نظموں کو مناجات کی صورت دی۔ حکایات اور واقعات پر مبنی اشعار کو تمثیلی نظموں کی شکل میں پیش کیا۔ اخلاق یا پند و نصایح سے متعلق خیالات کو وعظ خوانی سے نکالا۔ اور شاعروں کی طرف توجہ دلا کر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔

آخری عمر میں پرمانند پر ضعف پیری غالب آگیا تھا۔ بھائی اور بچے تکیہ ہو سکتا تھا پہلے ہی گذر چکے تھے۔ اس سلسلے میں کہتے ہیں ؎

کن تہٕ کبُول تہٕ سأر سُور مژ آش ‏ نے پۆتر تہٕ نیٚترن تہٕ رود مُت گاش

میں اکیلا رہ گیا ہوں کوئی امید نظر نہیں آتی۔ لاولد ہوں اور آنکھوں کی بصارت جاتی رہی ہے

وہ جانتے تھے کہ دنیا کے تمام رشتے ناپائیدار ہیں۔ اور پھر رشتہ دار بھی کب ہمیشہ سکھ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں ؎

پرمانندہ پِھچھ تژے سنتانہٕ ارمان ‏ سنتان اوسُوی سوہٕ تا نو

ہا تژے سنتان ما آسہٕ ہے ماران ‏ سنتانہٕ سُندہِ کھو نہٕ ٹوٹھ زان بھگوان

ناٹھیٔن چھہ ٹھرد کھش کرانو

اے پرمانند! تو اولاد کی خاطر کیوں پریشان ہو رہا ہے؟ تو سمجھتا ہے کہ اولاد نہیں بہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اولاد ناخلف ثابت ہو اور تیرے عذاب کا باعث بنے۔ اولاد سے زیادہ خدا کو عزیز جان۔ عزیز عزیزوں کا قتل بھی تو کرتے ہیں۔

پرمانند کو پٹواری کا پیشہ پسند نہ تھا۔ وہ اس عہدے سے مستعفی ہوئے گاؤں کے نمبردار صالح گنائی سے راہ و رسم پیدا کی۔ وہ پرمانند کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتا تھا، اور اس کی جملہ ضروریات پوری کرتا تھا۔

کشمیر کا یہ بلند خیال شاعر مختصر سی علالت کے بعد ۱۸۷۹ء میں تقریباً نوے سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے چل بسا۔ لکشمن بٹ نے تاریخ وفات کہی ہے

بلبل کشید نالہ بہ دل گفت ہاں زدم
باہوئے وہائے ساز کہ گلشن خزاں گرفت

کسی زبان میں لکھی ہوئی نظم کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنا آسان نہیں اور خصوصاً نثر میں نظم کا اصلی مطلب پیش کرنے کا حق ادا کرنا ناممکن ہے۔ یہ اردو ترجمہ قارئین کے لئے محض اس واسطے پیش کیا جاتا ہے کہ ان کو شاعر کے کلام سے کسی حد تک روشناس ہونے میں سہولت ہو۔ جو رنگ و بو اور

شگفتگی ایک پھول میں پائی جاتی ہے۔ وہ فقط ایک قلمی خاکہ کھینچنے میں کہاں ملے گی۔ ایسی مجبوریوں کے پیش نظر مترجم کو اپنی کوتاہیوں کا اعتراف ہے۔



انتخابِ کلام

سوٗدام زٔرتھ

گگہٕ منزٕ گاش آو چانے زیٖچھ
بجے بجے دیوکی نندنہٕ چھ

اسہٕ ونٕ سنتان وُسدٕ یوٗنی . تس تہٕ کیا ڈیشتھ ڈیشتھ وزہے دوٗنی
زاکھ نندٕ گوٗرنہٕ اکہٕ نند نیٖچھ

ڈیشہٕ کالہٕ رستہٕ دراکھ پننہٕ دیشے مانس اگوٗنٕ پانس بیشے
یشودایہ گوٗرنے پوشہٕ ورشیٖنی

للہٕ ونٕ ہیوٗ تھکھ بیٖرن بیٖرن کھچھے ناو کرشن کوٗنہے باوی چیرہٕ یوچھے
تھٕ ژوٗرہٕ موہ تہٕ منزلٕ کرنیٖچھ

گوٗرٕ باپہٕ پھٕ تہٕ زایہٕ یشودایہ آیے ڈیشتھ ڈیشتھ دو پھس کرشنس آیے
دیٖپہٕ تے داسہٕ بیٖرٕ آسہٕ ونیٖنی

دودہٕ ہارٕ لاگی یشودایہ ماجے زوٗنی ہٕ آمتھ چھم زگہٕ مندراجے
شعبہ موہ کھ ہود وتھس اد تہٕ بھوٗنی

سداما چرتر

تیرے جنم لینے پر ہی اندھیارے میں اجالا ہو گیا
اے دیوکی نندن تیری بار بار جے ہو

اے وسدیو کی ہنستی ہوئی اولاد ! اسے تیرے بہت سارے (کرشمے) بار بار دیکھنے پر بھی اس بات کا خیال کہاں آتا (کہ تو کون ہے) اے نند گوالے کا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا کہلانے والے تو نے جنم لیا۔

اسے زمین و زمان کی قیود سے مبرا تو اپنے ایسے عالم سے جہاں تخیل کی رسائی ممکن نہیں باہر نکل آیا یشودا نے پھولوں برسا کر تیرا خیر مقدم کیا۔ ایک ایک نے باری باری سے گود میں اٹھا کر تجھے لاڈ پیار کیا۔ تشنگیٔ شوق سے تیرا نام کرشن (یعنی سانولا یا دلکش) رکھا۔ اے مکھن چور انہوں نے آنکھوں کی پتلیوں میں تیرا پالنا بنایا۔

گوالنیں یشودا کو بیٹا پیدا ہونے پر مبارکباد دینے آئیں (تجھے) دیکھ دیکھ کر کہا۔ کرشن جیتا رہے۔ سہیلیاں اور لونڈیاں خوشیاں منانے لگیں۔

یشودا ماتا نے تجھ پر (اے کرشن) دودھ چرانے کی تہمت لگائی یہ نہ سمجھیں کہ یہ تو خود جگت کا مالک آیا ہے۔ پھر تو نے (یہ ثابت کرنے کے بہانے سے کہ میں نے مکھن چرا کر نہیں کھایا ہے) اپنا دہن مبارک کھول کر اس میں سارا تینوں عالم دکھا دیئے۔

بوہ دپہ بوٗر دوہ دپہ ژۄرہ نراوکھوکھے گوٗرہی باپہ ژوہ پار لاینہ بلیجے
میتہ میتہ میتہ کیاہ چھہ بانہ پھٹرنی ،،

یشودایہ دوپ یہ چھم شراونی توگہ ین نشہ منز چھاونی
یڑہ بڈی سی چھم نہ یڑ یو ہنی ،،

دوہ دچیتھ ژلنے لجو یشودایے لاران نس پتہ نھاران درایے
اتہ ہیتھ گدوم اتھی گنڈ ہنی ،،

موٗرت گریسنہ صوٗرت گنڈے تس منہ یس چھنہ دوٗرت گنڈے
گیان دھیان گنڈنس چھنہ پوشنی ،،

تس بلہ ویرس پتہ پتہ دوران ژھلہ ژھلہ ژلنے بلہ آیہ سوران
ہتہ بدر اتہ گھتہ منز آنگنی ،،

مائج ڈیلہ تھیچ عار آو سنتانس یتھہ بھکتین ہند یوان بھگوانس
رٹنس پائی پانہ دِلھ رود تہنی ،،
گنڈنس گدوم گوس بوہ ژھڈیے ہٹیس چھہ کوہ ہس تیہ مالے ترقڑیے

بھولا بھالا بلاّ (یا مالک یا ادراک[1]) دودھ چرانے کے لئے گھٹنوں کے بل چل پڑا۔ گوالنیں چاروں طرف دوڑنے لگیں اور کہتی جا رہی تھیں کہ وہ میرا برتن توڑتا ہے لو میرا بھی اور میرا بھی۔

یشودا نے کہا۔ یہ تو مجھے بدنام کر رہا ہے۔ غیر عورتوں کے سامنے شرمندہ کرتا ہے۔ میرے اس پیٹو کا تو پیٹ بھرتا ہی نہیں۔

دودھ پیتے ہی وہ یشودا سے بھاگنے لگا۔ وہ ہاتھ میں گلے باندھنے کی رسی لے کر اُسکے پیچھے پیچھے تھرتھراتی دوڑ پڑی تاکہ اُسے رسی سے باندھ رکھے۔

جس کی تصویر مصوّر نہ کھینچ سکے۔ معرفت اُس کے تصوّر کا احاطہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔ صرف وہی اس کا تصوّر کر سکتا ہے جس کو اسکا قرب حاصل ہو۔

(یشودا) اُس بہادر سورما کے پیچھے دوڑتے دوڑتے اور اُس کے بھاگنے کے چھل بل کا مقابلہ کرتے کرتے ہار گئی وہ تو آنگن ہی آنگن میں (یعنی ماں کے من ہی من میں) سینکڑوں چالیں اختیار کر کے بھاگ گیا۔

ماں کے تھک جانے پر بیٹے کو ترس آیا۔ جس طرح بھگوان کو بھگتوں پر آتا ہے۔ آخر اُس نے پکڑے جانے کے لئے اپنے آپ کو خود ہی پیش کیا۔ جس کے گلے کا کنٹھہار سالم اور لا انتہا کائنات ہے اُسے

---

[1] برور کے معنی بلا کے ہیں اور صاحب بھی۔ بودھ بُدھی یا ادراک کو بھی کہتے ہیں۔ شاید اس کا مفہوم یہ بھی ہو کہ وہ دانستہ بدھو بن رہا تھا۔ ویسے بدھو بھی لاڈ پیار کا لفظ ہے۔

اکھنڈ برہمانڈ ادے ژھینی ؎

وِاٹن تُوس اَکھ اَگس سیتی کُوہ زانہٕ گدائی تتہٕ اَسی کینہٕ

تتہٕ تیز ہن اَس بیّیہ ژھوٹی ؎



باندھنے کے لئے گائے کی رسّی کافی ثابت نہ ہوئی۔

وہ رسّی سے رسّی جوڑتے جوڑتے چوُر چوُر ہو گئی۔ کون جانے کہ وہاں گائے باندھنے کی رسیاں کتنی ہوں گی۔ پھر بھی اسی قدر (اسے باندھنے کیلئے رسی) کم پائی گئی۔



گیت

پمپوش باغس منز و تھراشے   باوے پننی غوصہ تہ غم
زاغۍ ہندہِ دلہٕ سیتی تھٔل رووہ ناوے   سرہٕ زٔن پمپوش مٔن پھولہٕ ہیم
مٔن میون منزٕل تہٕ لوٚت لوٚت اُڈراوے   باوے پننی غوصہ تہ غم
شینچھ میانہٕ نیتوس بُلبُلہٕ کاوے   اُچھول باغس منز ییہٕ ہیم
لُچھ ناوہٕ گچھ ڈٕبہٕ منز و تھراوے   باوے پننی غوصہ تہ غم
پرٲنندہٕ پراد سہ کھ تے ساوے   گوڈہٕ موہ کھ مانٛن چھوٚی شوٚ ہم
ہانہٕ اوہٕ مانہٕ نشہ روز نیر باوے   باوے پننی غوصہ تہ غم



سُوی چھوٚی زگہٕ ہُنداوش آسنَے   سُوی چھوٚی باغن پوش آسنَے
زٔن یس پوشنوٗل زٔن بولنَے ،،

گیت

میں تو کنول کے خیابان میں تیرے لئے فرش بچھاؤں گا۔ اور تجھے اپنے شکوے اور شکائیتیں سناؤں گا۔

گیان کے پانی سے سینچ کر تیرے لئے کیاری تیار کروں گا تاکہ میرا من جھیل میں کنول کی طرح کھل اُٹھے۔

میرا من تیرے لئے ایک پالنا ہے جسے میں دھیرے دھیرے ہلاؤں گا اور اپنے شکوے شکائیتیں تجھے سُنادوں گا۔

اے زاغ و بلبل! تم اُس کے پاس میری خبر پہنچاؤ۔ تاکہ وہ اس میرے اچھے دل کے باغ میں آئے۔

اے لاکھوں نام والے میں تیرے لئے ایک اعلیٰ قسم کے ایوان میں فرش بچھاؤں گا۔

اے پرمانند! تجھے جزوعافیت نصیب ہو۔ تجھے "اناالحق" گر منتر ماننا ہوگا تو حُرمت و بے حُرمتی سے بے نیاز ہوجا۔

○

وہی جگت کا مالک ہے اور گلشن کا گل۔ وہی جس کا گیت لوگ پڑشنو چڑیا کی طرح گاتے ہیں۔

پُوش یَسنہٕ یُوگی دھیان سورِ نِستے ‌ ‌ رِگیان چھُنہٕ پلِزان زان کرِ نِستے
چھا سامرتھ وُچھنک نیٚترٕ ہنیٚ ،،
سمسار چھُوی دوارِ کاتھیُ سنزٕ ہے ‌ ‌ تسندُوی نگرِ تے تسنزٕ ہی ننزٕ ہے
تھانہٕ دار پانہٕ بیوّن بیوّن بسنیٚ ،،
زانے نہٕ پوُزٕ ہتھ ساسہرٕ نامے ‌ ‌ کوّم موہ ٹھ ہیتھ یوٚ آمُت سوّا مے
مند چھینہٕ چھم یُژ گمہٕ ریوٚ نہیٚ ،،
گرا کھے میلہٕ تہٕ ژلہٕ گیلونی ‌ ‌ اکھ چھینسی گرژھ گرا کھ میلونی
کوّم پھیوّل تہٕ کمہٕ موہ لہٕ چھینہٕ میلنیٚ ،،
وریشٹاژی چھیک تہٕ ژیرٕ روّس ورشیہ نہٕ ‌ ‌ گووندہٕ گوپالہٕ مکُندہٕ کرشنہٕ
سرشٹی کارہٕ تہٕ سوہ درشنا ،،
بوزٕ تھ ہیہٕ کیاہ پان گنشر وُوی ‌ ‌ گیانہٕ سرژھر تہٕ پانہٕ رژھر پریہ دوی
پرمانندہٕ پرمانند ہنیٚ ،،



جو یوگیوں کے تصور میں نہ آسکا ۔ جسے جاننے کے لئے معرفت کام نہیں آتی ۔ کیا آنکھیں اُس کو دیکھنے کی تاب لاسکتی ہیں ۔ ؟

سنسار اُسی کی دوار کا ہے ۔ اُسی کا نگر اور اُسی کا مکان ہے ۔ خود وہی مالک ہے ۔ اور ہر گھر میں خود ہی الگ الگ ہو کر رہتا ہے ۔

میں انجان ہوں ۔ ورنہ ہزاروں نام لے کر تیری عبادت کرتا ہوں تو سُدا ما کی طرح مٹھی بھر بھوسہ لے کر آیا ہوں ۔ اور مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہو رہا ہوں ۔

گاہک اچھا مل جائے تو لوگ باتیں بنانا چھوڑ دیں ۔ ایک نادار کو مناسب گاہک مل جائے تو مٹھی بھر بھوسہ بھی کم داموں نہیں بکتا ۔

تو ہی شاہد ہے اور تیرے بغیر مشہود کچھ نہیں اے گووند ! اے گوپال ، اے مکند ، اے کرشن ، اے خالق ، اے صاحب جمال ۔

اے سُرور لا انتہا ۔ یہی جان کر پرمانند نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا ۔ اور گیان سے شناسا ہو کر اپنی تعظیم و تکریم سے بے نیازی حاصل کی ۔



سوٗ دام جیو اوس یار بھگوانس   بالہٕ باوٗ کیاہ تہٕ لوٗ کچھار بھگوانس

کُنی پانہٕ واُنی دشوان نہٕ زِہ بُیینیَ ۔

بیرس پوشہٕ ہنکھ نہٕ ہیر ہیتالی   بیرہٕ بار گندنک تہٕ ژور جنجالی

بَل کَس اوس پوشہٕ ہنکھ ژھلنیٕ ۔

دٕچھنی پھرہٕ ہن کھوری مالے   پچھن زن سرہٕ کرہِنی ساٚلے

اچھن ہندٕ گاش اٚسی لوٗ کنیَ ۔

آسن ییتہٕ تم زہٕ موخُتہٕ ہاری   کھاسین گندہٕ دنی پُختہ کار ہٕ

موہ لیلی زہٕ موخُتہٕ پھلہٕ لولہٕ شوہٕ لینیٕ ۔

کوَ چھ زانہٕ معنہ کیاہ زانیو ہرنی   ژھالہٕ اوس مارن بالہٕ زن ہرنی

ہرہٕ کھاٚسی اتھ، کتھ موخُتہٕ ہرہٕ ننیَ ۔

شُری بادہٕ ہری موہ چھِ کھٹی کھٹھاوان   ژاپان پانہٕ واٚنی تی آیاوان

کھیٚنس نہٕ دوٗر ییر زہٕ منشہٕ ہنکھ کھیٚنی

دوہ ہہ اکہ بوہ چھِ لُجمُر بھگوانس   نوہ نہٕ پھول سُور مُنت اوسُس پانس

سُدامابی (یا جیو یعنی منفرد روح) بھگوان کا دوست ہُوا کرتا تھا۔ بھگوان کے اُس چُھٹپن اور معصومیت کے کیا کہنے۔ آپس میں دونوں ایک سا تھے۔ کوئی غیریت نہ تھی۔

گیند بلا کھیلنے میں کوئی دیو ہیکل بھی اُن کے مقابلے میں پُورا نہیں اُتر سکتا تھا۔ اُن کے کھیل کود میں چہل پہل اور ہنگامہ آرائی پائی جاتی تھی۔ کس کی مجال تھی کہ اُن کے داؤ پیچ کا مقابلہ کرتا۔

جی میں آتا تو بائیں طرف کو جاتے جاتے دائیں کو مُڑ جاتے جیسے مُرغابیاں جھیل میں گھومتی پھرتی رہتی ہیں۔ وہ لوگوں کی آنکھوں کا نُور تھے۔

جہاں کہیں وہ کھیل کے ماہر دو عزیز موتیوں کے ہار ایک دوسرے پر سوار ہونے کا کھیل کھیلتے۔ موتیوں کے دو دانوں کی طرح (وہ) پیار سے جگمگا اُٹھتے تھے۔

میں کیا جانوں ہری (بھگوان) نے اس میں کیا مصلحت دیکھی تھی کہ وہ اس طرح بل کھاتے ہوئے اُچھلنا کودنا کرتے تھے۔ جیسے ایک نونہال ہرن پہاڑیوں پر اُن کے ہاتھ میں ملائی کے پیالے ہوتے تھے اور باتیں ایسی کرتے تھے کہ گویا انکے مُنہ سے موتی برس رہے تھے۔

وہ معصومیت سے ٹوٹے پھوٹے چاولوں کی مُٹھیاں چھپا چھپا کر رکھتے تھے اور چبا چبا کر ایک دوسرے کو کھلاتے تھے۔ لمحہ بھر بھی ایک دوسرے سے دُور نہ رہتے اور دُور ہوتے تو کھانا دانا تک بھول جاتے۔

ایک دن ایسا ہُوا کہ بھگوان کو بھوک لگی تھی، چاولوں کا اپنا حصہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ سُداما جیو سے مانگنے لگے۔

سوہ وآم جیوٚس اوس منگنیَ ،،

سِری چھوٚ ل ژُورِ ژُورِ کھیوٚسوٲمن پوٗریوٚس نتہٕ لوٚگ سمسارِ پامَن

اَتھہٕ چھوٚن بھگوان دُورِ وُچھنیَ ،،

مَنگنس تہٕ مرنس چھےٚ گنی وارتا کرشنس یوٚد اُس نرا کارتا

تو تہٕ پیوٚس تیوٗت کرُوٹھ اَتھہٕ دارُنیَ



سُداما نے چوری چھُپے اپنے چاول کھائے، بھگوان دُور سے خالی ہاتھ منہ تکتے رہ گئے پھر ایسا ہُوا کہ سُداما کو بعد میں پُوری نہیں پڑی اور دُنیا کے طعنوں کا شکار بن گیا۔

مانگنا اور مرنا ایک جیسی بات ہے۔ کرشن اگرچہ حقیقت میں شکل وصورت سے مُبرّا ہیں۔ لیکن ہاتھ پھیلانے میں اُنہیں بھی بہت ہی دُکھ محسوس ہُوا۔



گیت

بیہ کتہ ژھکتس منہ منز باو دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو

اتہ گتیہ بنہ نے اتہ لبہ تہ پچھ اُنس اتہ گتہ کرہ کیاہ دپچھ

ژھیتہ تہ دیہ ییس اچھ مُزراو دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو

سنگس چھ وُسرتھ دارہ تہ بر اژچھ رژہ تژہ وُنہ تھچھ اندر

نیرہ ییس عنبرہ گُل کرہ کتھہ کراو دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو

چندہ کوی راوہ تس نیرنچ دیہ دے دزاالدس سنز تیتھ پوشنیس تر دے

روٗنمنت ان تس کتہ ییہ چھاو دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو

پرمانندہ ونتہ سوداُن زنتہ رتھ کُلس کیاہ بیہ زامُن

ہردچہ سردی پوش کھچھ لہ ناو دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو



گیت

بھگت کے من میں شوق کیسے پیدا ہو۔ اگر داتا جسے وہ کچھ مانگے عطا نہ کرے۔

جب تک اُس کے فضل سے حقیقت آشکارا نہ ہو جائے۔ اندھے کو اندھیرے میں چراغ کس کام کا؟

بہشت کے دروازے اور دریچے کھلے پڑے ہوں اور حوریں اُس میں ناچ رہی ہوں لیکن جس کی قسمت کے پھول جھڑ گئے ہوں۔ اُسے گلزار بہشت سے کیا خوشی ہو سکتی ہے؟

جس کو داتا نہ دے۔ اُس کی جیب کا دھن گم ہو جائے۔ اُس بدبخت کا جمع کیا ہوا اناج بھی پکانے کو کافی نہیں ہوتا۔ اور پکائے ہوئے چاول بھی کچے ہی رہ جاتے ہیں۔

اے پرمانند! سُداما کا وہ ماجرا سُنا جس سے مُرجھائے ہوئے درخت میں پھر سے کلیاں کھلنے لگیں۔ اور خزاں کے خشک موسم میں بھی پھول نکل آئیں۔



اَسان وَنتے لجاو سعہ دامس   سثرو گہ منہ لہ درا آلہ آز رٹھ انعامس

ہیُن دِیُن پانہٕ وٕنی پَزہ میترہٕنی ؎

درِ درہٕ بھگواٗنِ معہ کھہ وونُس تے   یانِ دۄ پٔنس تانِ تِی پُنس تے

گُونتھ چھُنہٕ کرمک کھُر کا سنی ؎

کھٹِت بول پیٹھ زُود بُنزاٹھی   دوہہ اکہِ بھَل کیاہ دِیہ توہ ذاتہ

وَدِہ یُس یہ بوہِ تَس تِی پیپنی ؎

تعہ و یتہٕ کیوٗنٛژ کال پانس پانس   پننوی ہیون دِیُن پننِس وانس

یعہ تام زِہ شرط آو ریتنی ؎

سعہ دامس گو وِیہہ سعہ دامے   ہیون پوس منٛزِ تے چیون پوس

ہٹنے لوگ زِہ چھُسنہٕ ہٹہ وسنی ؎

اَنو گریہہ روس اوس گریہہ بزنی   تِی لوگ کرنے ریتہ پرز

شِلہٕ واسنٛز تَس لُجُمرٕ سَنی ؎

سُورہٕس سنپتا ویوپ ویپاے   ژھیپہٕ اوس دوان دِیہ کتھ شا

ہنس ہنس کر (کرشن) سُداما سے کہنے لگے۔ دوستوں کو آپس میں
لین دین قائم رکھنا چاہیئے (تُو نے ایسا نہیں کیا تو) لے اب سستے داموں
بدبختی کا انعام حاصل کر۔
کرشن کا زبان سے اُسے بدبخت کہنا ہی تھا کہ ایسا ہی عمل میں آیا۔
کوئی دوسرا کسی کی تقدیر کی اُلجھنوں کو سُلجھا نہیں سکتا۔
یہ بیج کچھ عرصہ تک زمین میں چھُپا رہیگا۔ آخر ایک دن آئے گا۔ جب وُہ
پھل دینے لگے گا۔ جو جیسا بوئے اُس کی ویسی ہی فصل پکے گی۔
اُس کے بعد کچھ مدت کے لئے
دونوں اپنے اپنے ہی بیوپار میں لگے رہے۔ جب تک شرط[1] پوری ہو دئی۔
سُداما کا آبِ حیات زہر بن گیا۔ جو اُسے مول لے کر گھونٹ گھونٹ پینا
پڑا۔ یہ گھونٹ اُس کے گلے سے نہ اُتر سکے۔ اس لئے وُہ اس سے ہٹنے[2] لگا۔
فضل (خدا) سے محروم ہو کر وُہ گھربار چلاتا رہا۔ اور وہی کچھ کرنے لگا۔ جو
شایاں نہ تھا۔ اُس کی معصومیت اور صداقت تو لُٹ چُکی تھی۔
اُس کی خوشحالی ختم ہو گئی۔ اور مصیبت نے اُسے آن گھیرا، وُہ چھپتا پھرتا
کیونکہ کہیں سر چھپانے کو جگہ دکھائی نہ دی، ادراک کی رہبری سے بھٹک کر وہ تو تسمم کا شکار
ہو گیا۔

عہ ۱ یہاں شرط پوری ہونے سے خمیازہ اُٹھانا مُراد ہے۔ (مترجم)
عہ ۲ کشمیری میں ہٹنے کے معنی سُست ہونے کے بھی ہیں۔

اَعنکہِ وَنہِ ڈٗفہ لمٔت لجوو شٖینکنیَ رٚ

پٔپن پاک آس وٗوہ مَزرِہ کھیتے　　اول بول پھول تس تۍ لوگ نتھو بیتے

کرمہ لون پرون تسَ لوہ ناوٗنیَ رٚ

شٔرِ کس تہ بأزکس تہ دین کس تہ راژِی　　سہ شیلا گیہ بٔزٕ آرہ کاژِی

پانہٕ وأنِو نم نہ زانہٕ شۍچھ بیدژھنیَ رٚ

وۍپتایہٕ رُٹی ہتی کمھٹہ کڈ نکھ تے　　گٔمٹ گیہ تھتی منز ژھٹہ کڈ نکھ تے

ژھرٹہ آسی دیدان تہ گینہ ہتہ ژھہ ٹنیَ رٚ

گیانہ متہ کھیٔزسہ کٔہ آسنہٕ وٗنوی　　بھگوان ئبس چھہ دوہ کھ کاسہٕ وٗنوی

ژھہ پأرِی مَنہٕ اوسکھ باسنیَ رٚ

گِندہ وٗنی یادوہ شُرِی پانہٕ وأنِی　　بَلہ دیر اکھ اکس خوتہ مان ماِنی

کرشنہ جوُ چھ دُن کرِشنہ پُتینیَ رٚ

دوہہ اکہِ سہ دام چھ پوہس پادکر　　انو گہہ وأنیہ لبنس نادِی

لہ کچارہ اُسی نہ اٗس ہٕتھ گندنیَ رٚ

اُس کی بوئی ہوئی کھیتی پکنے لگی۔ اُس کے پودوں میں پھول پتے لگے۔ اور وُہ اسی ہیر پھیر میں لگا رہا۔ قانون عمل کے تحت اُسے پرانے اعمال کی فصل کاٹنا ہی پڑی۔

اب بال بچوں کا خیال کون رکھے؟ عیش کے دن اور راتیں اب کہاں؟ سوشیلا (سداما کی بیوی) حیران و پریشان ہو گئی۔ آپس میں وُہ (میاں بیوی) ایک دوسرے کی خیر و عافیت تک نہیں پوچھتے تھے۔

مصیبت نے اُن کو آن جکڑا، اور ان کی تباہی میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ وُہ اُسی میں غرق ہو گئے۔ اور پانی سر سے گزر گیا۔ کشمکش میں برابر مبتلا رہے۔ مگر مصیبت ذرا بھی ختم ہونے کو نہ آئی۔

بھگوان جو معرفت ہونے پر عین سرور ثابت ہوتے ہیں اور جو سب کے دُکھ درد مٹانے والے ہیں اُن کی ہستی ان کے دونوں کے من کو ہر جگہ محسوس ہوتی تھی۔

یادو (سری کرشن کے خاندان کے) بچے آپس میں کھیلا کرتے تھے، وُہ بہادری میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ کرشن جی اُنہیں کھیلتے دیکھا کرتے تھے۔

ایک دن اُنہیں سُداما جی یاد آیا۔ شفقت سے اُس کو یاد کیا خیال آیا کہ چھٹپن میں ہم دونوں بھی اسی طرح کھیلا کرتے تھے۔

سونہ دام پیٹھس وریدرہ باوس   ناوہ کور تارہ ہے ورزنس واوس

ووند نہ زہ انہٕ گرہنہ رزہ لمنیٔ ،،

زڈاہ بھر انھارن لوگت درس   پان گیشر آ ویتھ پر مبشورس

ییس ناچھ یتہ تتہ موہ کلاونی ،،

دماترى نتہ وزنہ پھیرنی   جنتہ تس رٹ میتھ وزنہ کربرنی

رٹتھ بھکھی ورنہ چھس رونی ،،

سنہتھ سورتھی دوہ کھتے آدی   دادین رنگہ رنگہ کھتمتی لادی

لدمتی میہ میترن تہ چھم لادنی

تیتہ نیم کرہ ون بھگوت لیلا   یوہ تام ییتھ پنیس انو گرہنہ ویلا

ونی وونی وزنہ نی موفی دونی ،،

منہ نشہ آنہٕ بوہ دوہ پدین تاپنے   انترپامی سری بھگوانے

پرکہ زن بیین بیون زیر دونی ،،

سمسارہ زالہ نتہ کس منہ تھاپے   یمہ بنیہ دمہ اکہ پانے گرہہے

سدا ما بدبختی کی حالت میں اپنی ناؤ اس احتیاج کے طوفان میں کیسے پار لگاتا۔ وہ تو ابھی فضل و کرم کی رسّی سے ناؤ کو کھینچنے نہیں پایا تھا۔

وہ گویا جڈبھرت کی طرح ششدر رہ گیا تھا۔ جس نے (غرق ہونے پر) اپنے آپ کو بھگوان کے سپرد کیا تھا۔ جو دُنیا اور عُقبےا میں نجات دینے والے ہیں۔

یا وہ دنا تزیہ کی طرح (توکّل بہ خدا کر کے) بے حرکت ہو گیا تھا جس کے بال جنگل میں پھرتے پھرتے کانٹے دار جھاڑیوں میں پھنس گئے تھے۔ اور لوگ اُسے قربانی دینے کے لئے پکڑ کر لے جانے لگے تھے۔

اس خیال سے کہ یہ شدید دُکھ، درد میرے اپنے ہی محبوب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ وہ اُن کو سہتا رہا۔ اگرچہ اس کے ہاں طرح طرح کے دُکھوں کے ڈھیر لگ چکے تھے۔

وہ روزمرہ خدا کی حمد و ثنا کرتا رہا۔ اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا تھا، پھر بھی وہ جنگلوں میں اُسے تلاش کرتا پھرتا تھا۔ حتّےٰ کہ رحمت کی گھڑی آ ہی گئی خود بخود اُس کے من میں انوبھو (یعنی احساس) ہونے لگا کہ انتریامی بھگوان (یعنی خدا جو ناظم باطن ہے) ہر ایک کی فطرت کا الگ الگ طور پر محرک ہے۔ ورنہ کون سنسار کے جال سے چھٹکارا پا سکتا ہے؟

کسی کو وِمان (یعنی دیوتاؤں کا اُڑن کھٹولا) بھی مل گیا۔ کونسی بڑی بات ہوئی؟ کیونکہ موت کا خوف بہرحال ہے جو اُسے ایک دم میں نابود کرتی ہے

وێمان پرٲوِتھ تۄتہٕ کیاہ سینہٕ گ؟

گرٕژھہ ہاوو تۄتۍ یێتہٕ کرِشنہٕ اوتارِ   رٕژھٕہن نالے سہ بالہٕ یارِ
منگہٕ ہس تہٕ کینہہ حاٰل چھُس روشنہٕ ر

منس پی تَس زہ بأرِ یا بہٕ ڈُنے   بأرِ یا تورے لجُس وٕ ننے
سمیو کھہ آلو تہٕ کیاہ وٕ نہٕ گ؟

وونُس تی تمہٕ سو شیلاے   پتہٕ وٕرنا ستی بأرِ یاے
اوش تَس ژالہٕ ژالہٕ اوس ژاہٕ ر

گرٕژھہ ہکھ تیٚسی نشہٕ تہٕ وٕنیپا سورے   دارے بینہٕ کینہہ تہٕ پائے ہورے
ہورس تَس چھُنہٕ زانہہ سورٕ نہٕ گ

بوزِتھ سہ دام گوہر شَس تے   اندریُم گیان آس سپرشس نے
بوزنشہٕ یُثر رٕت ذراس یُثر شینہٕ ر

اَنتھ آکھ آپدا یہ اُسی ناسنتھہٕ   پرسن کرہ نے آکھ ـــ
وٕندگ واو آکھ ووندہٕ دورٕ نہٕ ر

اُسے خیال آیا کہ کاش میں وہاں جاتا جہاں بھگوان کے اوتار
کرشن رہتے ہیں۔ اور اُس بچپن کے دوست کو گلے لگاتا۔
میں اُن سے کچھ نہ مانگتا۔ وہ تو سارا حال جانتے ہیں۔ دل میں
خیال آیا کہ بیوی سے اس بات کا ذکر کرے۔ لیکن بیوی اُدھر سے آپ
یہی بات کہنے لگی۔ دونوں ہم آہنگ ہوئے۔ اب کہنا سننا ہی کیا باقی رہا تھا
اُس پتی ورتا (یعنی وفادار) سوشیلا نے آنکھوں سے متواتر
آنسو بہاتے بہاتے اُس سے وہی بات کہی (جو اُس کے من میں تھی)
(اُس نے کہا) تو جو اُن کے پاس جاتا، تو یہ مصیبت دُور ہو
جاتی۔ اگر کچھ لین دین باقی ہو گا، تو وہ آپ ہی چکا دیں گے۔ اُن کا
خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

یہ سُن کر سُداما نہایت خوش ہُوا۔ اندر کی روشنی اُسے
چھو گئی۔ اور ادراک کا یہ فال (اُس کے لئے) نیک ثابت ہُوا۔
تھے در اصل وہ نیک ہی۔ اس لئے اُن کی مصیبت ختم ہونے
لگی۔ بہار اُنہیں خوشی کا پیغام لے کر آئی۔ اور زمستان بدبختی کی
ہوا اُن کے دِل سے دُور ہونے لگی۔

سکھرنہٕ لوٚگ پیدٕ گیہِ تس پکھے دوٗر ییر زونمُت اوسُس نکھے

سورِ سعہ کھہٕ لوٚ تیوٚیس بور نکھنیٚ رٕ

وٕنہٕ نے لوٚگ تس باٚری پاہیہ گنوٗہی کُن یارمیون کیاہ گرٕڈ تس گنوٗسی

اکہٕ چھوٚن چھُنہٕ کانٛہ تور واتنیٚ رٕ

فِکرن ژامُت یُٚشمند چھے ہارِ اکہِ نارِ گومُت نٚن لچھے

سنت یوٚد چھِ ساسَن ساس زانیٚ رٕ

میلہٕ نیچ نہٕ آشا زِ منگہٕ ہن کاٚنسے سنٛز یتھ پانہٕ کینٛہہٕ نہٕ گوٚرمُت آنسے

توٚ ژٕھٹی ژٕھٹی اُسی دوٚ برٕنیٚ رٕ

ریزِ گُنہِ وِرٕنٛے پھولہٕ پوشہٕ باغیٚ ویزِ گُنہِ ورِ شُمنٛیچی زاگی

ززرِ رٕتھ سبزٕ پوش آسِ وٕ زلنیٚ رٕ

ژھوٚمُت توٚ تمہٕ ژھوٚٹ پھلہِ پھلے کھل زن سوٚمبرٕ وُن ہتلیہٕ ہیٚلے

ہری کنٛم معوٚ مٕٹ درابہٕ معوٚ چھہٕ موٗرنیٚ رٕ

سوٚدرٕ منزٕ معوٚ ختہٕ لورٕے ژالے ڈالان پھلہِ پھلہٕ کرِنس مالے

سفر کی تیاری کرتے ہی گویا اُس کے پَر لگ گئے۔ جسے دُور سمجھا تھا وہ پاس ہی تھا۔ خوشی کی وجہ سے اُسے کندھوں کا بوجھ ہلکا محسوس ہونے لگا۔

اپنی بیوی سے (سُداما) کہنے لگا۔ میرے وہ واحد دوست ہیں۔ اور میں اُن کے پاس جاؤں گا تو بھی پر خالی ہاتھ وہاں کوئی نہیں پہنچ پاتا۔ شرم کے مارے وہ پریشان ہو رہا تھا، جس طرح کوئی ایک کوڑی کے لئے لاکھوں روپے کا محتاج ہو۔ حالانکہ سنت لوگ ہزاروں روپیوں کو خاک سمجھتے ہیں۔

کہیں سے کچھ ملنے کی اُمید بھی نہ تھی۔ جو کسی سے مانگنے جاتے۔ عمر بھر تو اُنہوں نے جمع بھی کچھ نہ کیا تھا۔ کیونکہ بیچارے بھوسہ پھٹک پھٹک کر دِن گذارا کرتے تھے۔

شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے محابا ایک گلشن کِھل اُٹھتا ہے ایسی بھی کوئی ساعت ہوتی ہے کہ کسی کا ناک لگائے ہوا نفس نیک یکایک بیدار ہو جاتا ہے۔ اور مرجھایا ہُوا پھول پھر رنگ اور رُوپ کے ساتھ چمک اُٹھتا ہے۔

اُس (سوشیلا) نے پھٹک پھٹک کر چھلکوں کو ایک ایک کر کے پھر ... جیسے کوئی خوشہ خوشہ اکٹھا کر کے ایک ڈھیر لگا دے مگر اتنا بڑا ادھندا مول لیکر بھی مشکل سے مُٹھی بھر ٹوٹے چاول ہی مل گئے۔ جن کے ساتھ کچھ بھوسہ بھی ملا ہوا تھا۔

گویا چاول کے دانے سمندر میں سے نکالے ہوئے موتی اور مونگیا کی

اَرگہ پۄشہِ پۄزٕہ ہَن زٕہ نارایِنیٖ ؎

پۄزِہ پلواہ تہِ اوس سعہ شیلاسے — گنڈ تلس سعہ کوٗم موہ ٹھ تتھی پیوکھ داسے

نیٖتھہ نٔنی پانہٕ رۄز پنہٕ مریٖنیٖ ؎

سعہ دام جبیہ ڈراو پیرے پیرے — ویٖتیاپہ ہنز سے متٕہ اندھیرے

گرٕہن کوٗر مٔت انو گرٕہن گیہتیٖ ؎

سعہ دام مند چھان وٕتہ وٕتہ پکان — کوٗم موہ ٹھ میائی کیتھہ رٔٹ شری بھگوان

موکھتہٕ چھُ تتہٕ تس انبار فیٖ ؎

رُودمٔت اوس زٕہ مند چھنہٕ کُنے — گجھُرش وٕشہ نٔدہ تس مُوہنی وُنے

بجہ دٕشہ کرشنہٕ کرشنہٕ اوس ذٔبینیٖ ؎

مٔنہِ دھیان دٕئر تھہ سارٕی مٔنترٕ اوٕتھ — پراوِتھ گیان مان ایمان تراوِتھ

پکہٕ گومٔت ییٖش وٕتہ پکنیٖ ؎

تن مٔنہٕ اُچھ کٔنہٕ اتھہ تے کھۄرے — وُچھہ وُن بوزٕہ وُن تہٕ پکہٕ وُن زورٕ رے

تتہٕ نیوٗ زورٕہ تور بھگوانیٖ ؎

مٹھیاں تھیں۔ جن سے ہار بنانے تھے۔ اسی طرح اُس نے (سوشیلا) نے ایک ایک دانہ چُن لیا۔ تاکہ بھگوان کو اسی ارگھ پُشپ (چاول اور پھولوں سے) پُوجے۔

سوشیلا کے پاس سر ڈھکنے کے لئے ایک کپڑا تھا۔ صلاح یہ ٹھہری کہ وُہ مُٹھی بھر بھوسہ اسی میں باندھا جائے اور وُہ ننگے سر اندر ہی اندر پتوں کی جھونپڑی میں چھُپی رہے۔

سُداما جی مصیبت کی ظُلمت میں سے جو اُس کے توہّم سے پیدا ہوئی تھی ایک ایک قدم باہر رکھتا گیا۔ خدا کے فضل نے اُس کا ہاتھ (رہبری کرنے کے لئے) پکڑ رکھا تھا۔

اس خیال سے کہ یہ میرا مُٹھی بھر بھوسہ شری بھگوان کیسے قبول کریں گے۔ اس صورت میں کہ انکے ہاں موتیوں کے ڈھیر لگے رہتے ہیں۔ وُہ راستہ چلتے چلتے شرمسار ہو رہا تھا۔

شرم کے مارے گویا اپنی خودی کھو بیٹھا تھا۔ اُس کے دل سے موہ (فریب نظر) دُور ہو گیا تھا۔ وُہ روحانیت کے عالمِ بالا میں کرشن کا نام لیتا جا رہا تھا۔

من میں دھیان لگا کر، سب کچھ بھول کر، عزت و بے عزتی کا خیال چھوڑ کر اور معرفت سے ہم آغوش ہو کر وُہ بہت سفر کرنے سے پختہ ہو چکا تھا

تن من آنکھ کان ہاتھ پیر (یعنی حواس و اعضا) سے وُہ دیکھتا ہوا اور سنتا ہوا۔ تیزی سے (یا کھچا ہوا سا) آگے بڑھتا گیا یوں کہیئے کہ بھگوان اُسے وہاں (اپنے ہاں) کھینچ کر لے گئے۔

مُنہِ اوس وۄتنے دوارکا مندرو   سکھرت رُودمت شامہ سُندرو

برونٹھ نیرہِ یارس تہٕ سیتی رُکھمنی ،،

اَتھہٕ ہیتھ پوشہِ مال دوشوۓ یاڑی   کرشنہٕ جُو رُکھمنہِ کرہٕ ہُن سانٹھی

از ییہِ سوہ دام چھِلھنہِ ٹھنٹھکنی ،،

یُس کانہہ تس کُن اَکھ پُور پھیرے   بھگوان تَس تھرہٕ دہ پیرِ نیرے

نیرہِ چھُہ ہیوُر تے دُورہِ دُورُنی ،،

سیبٕر سادہٕ سوہ دام گرِہ ڈرامُتیے   دِیود نہ زہ کتہ چھُم مارہٕ مُتیے

وُدی وُدی ییٚژ اوس تھۆدی برنی ،،

سودرس نفاہ تَس اشنے دارے   ناو نتہ نشانہٕ ناو کور تارے

باو تس ہانز ییٹھہِ تہ بیرہٕ ہاوتی ،،

پکہٕ ہُن سُہ یارس کُن زیرہِ زیٔے   عوضہ لوسہٕ ڈراس یارہٕ سنزے دییہ ے

وَدہٕ وُن تہٕ لدہٕ ہُن سگ کوسمنی ،،

لولہٕ سیتی ودہ لہتھہ ہیرہٕ بوہہ پانے   اَتھہٕ چھوٗن تہٕ نیتھہ نوٗن دریٹھ لوانے

ابھی تو وہ دوارکا کے محل میں پہنچا بھی نہ تھا کہ شیام سُندر پہلے ہی سے تیار ہو بیٹھے کہ رُکمنی کو ساتھ لیکر پیشوائی کر کے اپنے پیارے دوست سے ملیں۔

دونوں میاں بیوی ہاتھوں میں ہار لئے ہوئے تھے۔ کرشن جی رُکمنی کو تسلی دے رہے تھے کہ آج تو سُداما آتے ہوں گے۔ کیا تم یہ فخر نہیں مانتی ہو؟

جو کوئی اُن کی جانب ایک قدم اُٹھاتا ہے۔ بھگوان اُدھر سے دس قدم اُس کی طرف آگے بڑھتے ہیں۔ انسان جتنا اُن کے قریب آنے کی کوشش کرتا ہے اُتنے ہی وہ قریب تر ہوتے جاتے ہیں؛ لیکن دُور رہنے پر وہ اور بھی دُور رہتے ہیں۔

سیدھا سادہ سُداما گھر سے چل پڑا تھا، پر اُسے معلوم نہ تھا کہ میرا محبوب کہاں ہے۔ رستے رستے اُس نے آنسوؤں کے دریا بہا دئیے وہ اتنے آنسو بہاتا گیا۔ گویا سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زن تھا وہ نادر کدھر کو لے جاتا۔ رہنمائی کے لئے کوئی نام ونشان نظر نہ آتا تھا۔ شوق ہی اُس کا ناخُدا بن کر اُسے ساحل اور کنارے دکھاتا گیا۔

دھیرے دھیرے وہ اپنے محبوب سے ملنے کے لئے آگے آگے بڑھتا گیا۔ دوست کی خاطر سے وہ اپنی ساری رنجشیں اور تھکاوٹ بھول گیا۔ وہ روتا تھا گویا آنسوؤں سے پھولوں کو سینچتا گیا۔

اس میں سرتاپا پریم کی بشاشت نمودار تھی لیکن لوگوں کو وہ خالی ہاتھ

جان پان کس تام پُشراوِنی رر

کتھ مشرآوِتھ زتنن ہنز رے   موہ ختہ لوٗبُمت یانہ پانس منز رے

اُکھ کھورترآوِتھ وَتہ لارِنی رر

بھگوت رسہ اوس جیٖسہ ڈوٗلمتوٗ ر   رسہ رسہ سمسارس ژوٗلمتوٗ ی

دُوار کایہ واَتھ نہ چھُنہ زانِنی رر



دراہتھ تنبلتھ تیے ننہ وارِی   شیشہ ناگہ یاٗرین لجہ نکھ یاٗری

بروٗنٹھ بروٗنٹھ کرشنہ جُوتہ پیتہ رکھمِنی رر

نُورہ فراد بھگوان سوہ درشنے   یورہ سوہ دام جیوگوس ارپنے

پانہ واٗنی وُچھنے لجایہ سوہ پنے رر

کو چھ کیٖتھ ہیتھ نیٖ کھ اندرےُم گرہ   کھورہیتھ رکھمن تہ اکھ اشٗوررے

گندنے لگی تس بِشتہ برارینی رر

چھلکھ اُکھ کھور سوہ دامس نئے   لوٗگمُت اوس بھگوت نامس تے

اور تن برہنہ دکھائی دیتا تھا۔ وہ تو اپنا جسم وجان کسی کو سونپ چکا تھا جواہرات وغیرہ کا خیال چھوڑ کر اُس نے اپنے ہی میں دُرِ مقصود پا لیا۔ اور ہاتھ پیر کا خیال نہ رکھتے ہوئے وہ راستہ طے کرتا گیا عشقِ الٰہی کی مے نے اُسے مدہوش کر دیا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے سنسار سے دُور ہوا جا رہا تھا۔ اور دوارکا پہنچنے پر بھی اُسے یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ دوارکا ہے۔



کرشن جی آگے آگے اور رُکمنی اُن کے پیچھے پیچھے (شش ناگ اُن کے قدموں پر نثار!) شوق کے جذبۂ بے اختیار سے (مجبور ہو کر) ننگے پاؤں ہی روانہ ہوئے۔

اُدھر سے حُسنِ مجسّم بھگوان آئے۔ اِدھر سے سُداما جی نے اپنا آپ اُن کو سونپ دیا۔ دونوں کو ایسا محسوس ہوا جیسے خواب دیکھ رہے ہیں۔

وہ اُس کو گود میں اُٹھا کر محلِ خاص میں لے آئے۔ رُکمنی نے پیر پکڑ رکھے اور بھگوان نے ہاتھ۔ پھر وہ اُسے ہنسی مذاق سے بہلاتے رہے۔

سُداما کے ہاتھ پیر دھوئے گئے، کیونکہ وہ بھگوان کے نام کی مالا جپتا تھا۔ جو طالب کسی پر فدا ہوتا ہے، اُس کا محبوب بھی اُسے ویسا

لگہ یُس یَس تَس سُو چُھہ لگنی ،،

سہ دام جیوِ لوٗب تھٗوی بھگوانَن   راتس منز بُتھ چھہ سرکیس زانن

نَتہٕ لب سَنتان سندینیٕ ،،

بھگوان دِکھمنہٕ کُن وَنیٖ   سہ دام جی چھُنہٕ وُنہٕ پوٗنی

یور کور داتہٕ ہے سُو دُور پانتھنیٕ ،،

سہ دام لوٗبمُت کہوی نام پانٹھی   منزہٕ کرشنہٕ جو دِکھمن نتہٕ ناٹھی

واٹھ آسہٕ آسان بیٹھی ناٹھینی ،،

للہٕ وان کرشنہ جو ادس تَس کنہٕ چھے   لوٗگمُت سہ دام پیٹھ منز پچھے

کرشنس کُن چھُنہٕ اُچھہ مُژ رنی ،،

نَتہٕ چھا میہٕ نا اُنتھ یہ آسہٕ بنیہٕ کانے   یُتھ تپسیا آسہٕ کرُ مُژ وانسے

کانسین چھا یُتھ پریم برہٕ نی ،،

توہٕ کنہٕ بھگوانُن دِلہٕ وَنہٕ نس تے   دِلہٕ چھے جہٕ توہٕ کیا کھنہٕ نس تے

پانچین پوٗنی نس ادس ہینٕی ،،

ہی چاہتا ہے۔

سُداما کی ملاقات کو بھگوان نے ایسا مُغتنم جانا جیسے اندھیری رات میں سُورج طلوع ہو یا جیسے سا ندیپنؑ کو گُمشدہ فرزند پھر مل جائے۔

بھگوان رُکمنی سے کہنے لگے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ سُداما جی ہی ہیں۔ اتنا دُور کا راستہ طے کر کے وُہ کیسے یہاں پہنچ سکتے۔

سری کرشن نے سُداما کو گویا کسی عجیب حُسنِ اتفاق سے پایا تھا۔ اُس کو دیکھ کر وُہ رُکمنی اور دوسرے عزیزوں کو بھی بھول گئے پیار سے اپنے پیاروں سے ایسے ہی ملتے ہیں۔

کرشن جی اُس کو اپنی گود میں لے کر پیار کرتے رہے۔ سُداما تو مارے شرم کے کرشن کی طرف آنکھیں اُٹھا کر دیکھ نہ سکا۔

(سُداما نے سوچا) ہو نہ ہو یہ مجھے کوئی اور ہی سمجھ بیٹھے ہیں جس نے عمر بھر ریاضت کی ہو، ورنہ ادنےٰ لوگوں سے پیار کون کرتا ہے اس لئے بھگوان پُچکار پُچکار کر اُس سے بولتے رہے، اُس کے دل میں پریم کی لہروں کو اور گہرا بناتے گئے۔ اور پریم رس کے پرنالے بہاتے گئے۔

عا سا ندیپن کا بیٹا سمندر کی تہ میں کسی رکشس نے چھُپا کر رکھا تھا۔ بعد میں سری کرشن اُس کو وہاں سے واپس لائے اور اُسے اپنے باپ کے سپُرد کیا۔

پرژھنے لوگ تس بلیہ بلیہ پتھ پیے　　آکھ کتہ آسن چھک کتہ شیے

اُچھ لوسہ بیتھ زانتھ چھتہ ڈیشنی ۔۔

میٚنہ کیٚت سو دامہ اُذ زہے کینژھا　　دُذ رہیم شیچھو لبہ دتہ ژلہ ہیم اَنتر ہاوہ

میٚنترس نش چھنہ چھوٚن پیٚوٗنی ۔۔

وُچھتہ سو دامہ تمہ تونے موچھے　　یُژ کال کھینہ کھینہ ہُرہ رم بوچھے

ہورنہ روٚس چھنہ ریٚن سورنی ۔۔

ہورہ بڑ بھگوان زانتھ چھُنہ چھوران　　یوٚد آسہ یوگی تہ پوٚرسٹ پوران

رلکھ چھُ گوڈہ پرژن چُھکاونی ۔۔

ژھارنہ لوگ تتھ ژھینہ پوژے　　ونہ کیاہ کونژھا کمہ تانی رُوژے

ستھ زن بیٹھ ناچھ تس ژھارنی ۔۔

دوہ یہ پھرہ بھگواُنی موچھ کھیو گوٚم "آبرہمستمبھ پریتنتم"

ترمیہ رکھن اُتھ رٹنی ۔۔

ژھوہ پارٕ پانے اوس وُچھانی　　سوہ دام کُنہ نتہ اوس بھگوانی

بھگوان میلہ نا بھگتی بھگتنی

بار بار وہ اُسے لاڈ پیار سے پوچھتے رہے۔ تم کہاں سے آئے ؟ ہوتے کہاں ہو ؟ تمہاری راہ دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں تھک گئیں۔ کبھی تم کو دیکھ نہیں پاتے۔

سُداما۔ تم میرے لئے کچھ تو لائے ہوتے۔ کچھ اپنا حال سُناتے تاکہ میرے دل سے فکر دُور ہوتا۔ دوست کے پاس تو خالی ہاتھ نہیں جایا کرتے۔

دیکھو سُداما ویسے تو میں کھانا کھاتا بھی رہا ہوں۔ مگر تمہاری اُس مُٹھی بھر چاول کے لئے بھُوک ہر گھڑی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ قرضہ تو ادا کئے بغیر ختم نہیں ہوتا۔

بھگوان لین دین کبھی نہیں چھوڑتے۔ چاہے کوئی یوگی اور پورانوں کا ودوان ہی کیوں نہ ہو، وہ تو پہلے پرانا حساب چُکا دیتے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ کس شوق سے وہ (بھگوان) اُس پھٹے چادر کو ٹٹولنے لگے کہ دیکھیں، اس میں کیا کچھ ہے۔ ایسے ہی شوق سے اولیا خدا کی تلاش میں ہوتے ہیں۔

دو بار بھگوان نے وہ بھوسا مُٹھی بھر بھر کے کھایا (اور یہ منتر پڑھا) کہ اس سے روح اعظم سے لیکر عالم جمادات تک کُل کائنات سیر ہو جائے۔ تیسری بار رُکمنی نے اُن کا ہاتھ روک لیا (کہ کیا سب کچھ آپ ہی دے ڈالوگے ؟)

سُداما چاروں طرف اپنے ہی آپ کو دیکھتا تھا۔ گویا سُداما وہاں تھا ہی نہیں :: صرف بھگوان ہی بھگوان تھے۔

بھگوان میلہِ نا پھتُوی بھکھتنیٚ ۔۔

سَتھہ بوٗمکایہ اوس پَتھہ کُن ترأوِتھ سَتھہ ژیٚتھ آنندہٕ رہپس ترأوِتھ

ژیٚتنایہ ڈوٗلمُت ژیٚتہ ژیٚتنیٚ ۔۔

سُورپس تریش مانہِ سَرہٕ کے شرانے پمپوش سَرہٕ گوس بوٗمبُر پانے

پرمانندہٕ چھاوِتھ پرانیٚ ۔۔

سوہ دام شری بھگوانس ترأوِتھ تَس روٗس یِی اوس تِی اوس ترأوِتھ

سوہ کھہٕ سان ترأوِتھ سوہ کھہٕ ساکھینیٚ ۔۔

دِراو تنتہِ ترأوِتھ موکھہٕ ہیند گیانے ناوِتھ تن مَن ساوِتھ پانے

راوِتھ یِی کیاہ چھُ اَتھہِ یونیٚ ۔۔

بُجہِ مُنہِ اَتھہِ توہٕ رازہٕ دوارئے نادہٕ تارَس سوٗمب اَکھ کھنڈ ہارے

ہارہٕ تس پیمیرہٕ بیرش ہارنیٚ ۔۔

برٛیزہِ کونہٕ پرییزہِ منز بس بیتھ ترأوے سمسارہٕ ساگرہٕ توٗر مُت ناوے

واوزَن بکھہٕ وُن ہتہ سرکریہ چمکنیٚ

ایسے ہی بھگوان اپنے بھگتوں سے ملا کریں!

وُہ سات منزلیں پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اور ست چت آنند رُوپ (یعنی ہستیٔ مطلق، شعورِ مطلق اور سرورِ مطلق) سے ہم آغوش تھا، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ، باہر سے وُہ بے خبر تھا، اُسے فقط علم ذات ہی کا احساس تھا۔

اُس کی پیاس اپنے ہی من کی مانسرور میں غوطہ لگانے سے بُجھ گئی۔ وُہ سمجھ گیا کہ بھونرا کنول سے نیارا نہیں۔ اُس کی جان سُرورِ کامل کا لُطف اُٹھا رہی تھی۔

سُداما کو تو شری بھگوان مل گئے تھے، اُن کے سِوا جو کچھ بھی تھا، وُہ سب اُس نے ترک کیا تھا۔ وُہ بآسانی سُرورِ ابدی سے فیض یاب ہو چکا تھا۔

وُہ وہاں سے نجات دینے والی معرفت لے کے چلا۔ اُس کے تن من دُھل کر صاف ہو چکے تھے۔

اُس نے اپنی خودی کو بُھلا دیا تھا، جو کوئی اپنے آپ کو کھو چُکا ہو اُسے یہی حاصل ہوتا ہے۔

ویسے تو ناؤ میں پار اُترنے کے لئے اُس کو شاہی محل سے ایک پھوٹی کوڑی بھی ہاتھ نہ لگی تھی۔ پھر بھی باوجود سب کچھ ہار جانے کے اُسے بے شمار دولت مل گئی تھی۔

جو اس درجے تک رسائی حاصل کر چکا ہو، جو دُنیا کے بحرِ بیکراں کو عبور کر چکا ہو وُہ دنیا میں کیوں چمک نہ اُٹھے۔ وُہ آندھی کی طرح (بے روک ٹوک) پھرتا اور سورج کے مانند جگمگاتا رہے گا۔

رِکیتھ پائٹھ آمُت تَسہ میلتھ یارَس　　　ووت ییلہ پَنُنس پرٲنِس دوارس

ڈٕچھنی نتہٕ کھووٕرۍ اوس ڈٕ چھنیٖ ۂ

رُوز خند نہٕ کُنہ پیزہٕ بوزِتھ کتھے　　　دِنہٕ دیار پرأدِتھ چھینے اُتھے

پَنٕنہٕ پٲہر پنُنی چھُنہٕ ڈیشنیٖ ۂ

لوٚسمُت نہٕ لوٚسمُت سوٚ ست اکالے　　　پھر وُشت پرووُمُت کیتھ پائٹھ بکمہ حالے

من ساوٕ دان گوٚمُت امنیٖ ۂ

ییٚس کأنسہ بھگوان پانے کارِ کیا　　　پَنٕنہٕ پٲہرٕ پنُنی بَنہٕ تَس دوارکا

لگہٕ نزہٕ پریٖزہٕ دیہہ پرنامنیٖ ۂ

گُنتھ چھُنہٕ تَس روٗستہٕ پٲپی نامہٕ　　　سُوی شری کرشن جی سُوی سوٗدامہٕ

سُوی زان دٕوٕے چھے یوٚدٕ ونیٖ ۂ

سرفانگے ییٚس چھُہ نانا سانگے　　　کھٹۍ کھٹۍ کیاہ پردٕہٕ ژٔہی ژٔہی نانگے

نانگے چھینہٕ پرٔتھ کیتھ میلنیٖ ۂ

جان پان دٕنتھ روز سوٚ تسانے　　　سوٚر سامانہٕ ژراو سوٚر سامانے

جب وُہ اس شان سے اپنے دوست سے مل کر لوٹا اور اپنے اصلی گھر پہنچا۔ وُہ دائیں بائیں (اچنبھا) دیکھنے لگا۔

حق کی آواز سُن کر وُہ خود تو مِٹ چکا تھا۔ اور خالی ہاتھ ہوتے ہوئے بھی وُہ مالا مال تھا، اُسے اپنی جھونپڑی دکھائی ہی نہ دی۔

وُہ نڈھال ہو چکا تھا، مگر اب اُس نے زندگی پائی تھی۔ وُہ صحت مند تھا اور قیودِ زماں سے آزاد۔ اُس نے ایسی فرخندگی حاصل کی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ اُس کا من یوں سکوں پذیر ہو چکا تھا کہ گویا تھا ہی نہیں۔

جس کسی کو بھگوان اپنی طرف کشِش کریں اُسے اپنی جھونپڑی ہی دوارکا کے برابر نظر آتی ہے۔ وُہ دنیا میں جسمانی تغیر سے بالاتر ہوتا ہے۔

اُس بھگوان کے سِوا کوئی اور نام یا صُورت ہی نہیں۔ وُہ سری کرشن جی ہیں اور وہی سدا اما۔ بس اُسی کو جان لے۔ "میں" کہنے ہی میں دوئی ہے۔

وُہ جو ہر ایک پارٹ مختلف صورتوں میں ادا کرتا ہے وہی پنہاں ہوتے ہوئے بھی پردے پھاڑ پھاڑ کر ...... بے نقاب ہو جاتا ہے (مگر) ایسی سچائیاں تو محض مانگے نہیں ملتیں۔

سارے سامان سے سچ دھج کر اپنے تن من کو پیش کر، سب کچھ ترک کرنے سے سب کچھ حاصل کر۔

ہورِہ یُس تَس نَکھِ بوٚر لوہ تیتیٚ

بجے بجے دیوِ کیٚ نندٕنیٚ



جس کا قرض اُتر چکا ہو، اُس کے کندھوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اے دیو کی نندن تیری بار بار جے ہو۔



گیت

آرس منز اُزا اُوَرے ۔ وِ رگنے زن نژا اُوَرے

لاگوس پوشس پُوزَرے ۔ کرشنہٕ جُنیٖٹھ دٕرہٕ وُزے

دوہ پرس کس پڑا اُوَرے ۔ ر

لائجہس تنہٕ تنے ۔ شیٖہلیٖکھ ہَہنہ ہَنے

کمہٕ پریمہٕ ہَڑا اُوَرے ۔ ر

ہیٖتیٖہس پادشیرے ۔ کرشنس زِہ سرہیہٕ پھیرے

خبر کیا چھم کڑا اُوَرے ۔ ر

اَشہ کنہٕ موختہٕ ہارٕان ۔ چھِ لادٕن موختہ ہارٕن

تُولِ تولِ زَن رڑا اُوَرے ۔ ر

پونیپرٕ شمعس پتھ ۔ تران کیاہ چھُ کرٕن گتھ

گیت

آؤ ہم ایک دائرہ بنائیں۔ اور پریوں کی طرح ناچیں۔
پھولوں سے اُن کی پوجا کریں۔ جس سے کرشن جی جاگ اُٹھیں۔
کسی پرائے کا کون بھروسہ کرے۔

انہوں نے جو بےحد پیار بھری تھیں، اُن کے بدن کو چھُوا۔ تو
ان کے انگ، انگ کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔

نہ جانے کتنی وہاں تھیں، جنہوں نے اُن کے پاؤں اپنے سر
پر رکھے تاکہ کرشن کے دل میں پریم پیدا ہو۔
ان کے آنسو کیا تھے گویا موتی برس رہے تھے۔ ان کے سامنے
موتیوں کے ہار بھی بےآب ہو جاتے۔

اُن کے آنسوؤں کے قطرے سونے کی طرح رتیوں میں تُل تُل کر
بہہ رہے تھے۔

پروانہ کس ادا سے گذر کر شمع پر جان دیتا ہے اسیطرح اُن پگلیوں
نے اپنے پیارے متوالے کے گرد پھر کر اپنی جان اُن
پر قربان کی۔

مُتِس پتھ کرٕ مژا اوٚ رے ۔ ؍

دٕنس منٛز ننہٕ وارے ۔ سوٚران تمہٕ کرِشنہٕ پیارے
کنیوٚ تاپوٚ تژا اوٚ رے ۔ ؍
یہِ پدٕ کیاہ چھُوےٚ دنُن کرٕوُنھ ۔ سُہ پرٕماننٛد کمُہٕ ڈیوٕ ڑھ
وُچھت ووٚنمُت یژا اوٚ رے ۔ ؍



جنگلوں میں سخت تپتے ہوئے پتھروں پر سے ننگے پیر گزرتی ہوئی وہ اپنے پیارے کرشن کو یاد کر رہی تھیں۔

یہ کہنا کیسا گراں گزرتا ہے کہ اُس سرورِ مطلق کا دیدار کیسے حاصل ہوا۔ کئی ایسے بھی ہیں، جنہوں نے اُسے دیکھکر اُس کا ذکر کیا ہے



گیت

رادھا کرشنہ رادھا کرشنہ رادھا کرشن جی

راسہٕ منڈلس چھیتھ پریگ مس   ساسہ بزہ مژہ گامژہ نژنس
اکھ اکس اتھ واسہٕ لایان آسہٕ ناداہ۔ رادھا کرشنہ رادھا کرشنہ رادھا کرشن جی

تورٕ آہتو تتی ستی گامتی   نیاے انز رتھ پالیس پیمتی
نارد، سودامہ، شو، گھدیو، دروہ وتہ پرہلادا۔ رادھا ...

بندرہ لوکھ کتھ ژٕ زہ بندرابن   نیندرے اندر تیمتھ چھنہ ڈلیش
گژھنہ تتہ سارنی دیہہ اہ پادا۔   رادھا ...

بی گو بھکت بانا یوگ گیان۔   پانہ میانہ نشچے کرتھ نی مان
اتھی دو پکھہ و تھانس منز سماوا۔ رادھا ...

کنلی کچھ تہ کنہ مونہ مژراولتھ۔ سینہ منزہ باغکی سیر باوتھ

گیت

رادھا کرشن رادھا کرشن رادھا کرشن جی

محبت کی مے پی کر ہزاروں راس منڈل کے گرد ناچنے میں مست تھیں۔
ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر یہی پکار رہی تھیں کہ ۔
رادھا کرشن رادھا کرشن جی
نارد، سداما، شکدیو، دُرھرو اور پرہلاد جیسے بھگت وہاں خوشی کے مارے پاگل ہو رہے تھے۔
اُن کے مسائل حل ہو چکے تھے، اور وہ صحیح راستے پر گامزن تھے
اندر لوک (یعنی فردوس) کو بندرابن کے ساتھ کیا مشابہت ہو سکتی ہے۔ اُس بندرابن جیسا شہر تو خواب میں بھی نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔
وہاں سب جسم خاکی کی قید سے چھوٹ گئے تھے۔
اسی کو عشق، عقیدت مندی، طریقت اور معرفت جان لے۔
میری جان اسی کو تحقیق سمجھ لے۔ یہی عالم بیداری میں حالت استغراق ہے۔
بیرڑ، پڑھ لے اور پھر آنکھیں کھول ... کر اپنے سینے میں چھپے

گوٗ کلکی موکھت گاٗہتی دادا پرٗدادا۔ رادھا....

راس گو وٕئتہ سمہ رٕنہ سمدٗر ۔ راس گوٚ یٔیتہِ ژمہ ژوٗک تہٕ موٚدرٕ

راس گو زِہ روٗد مُت آسہِ ہٕ اپرادا۔ رادھا....

اگوٗی شو کرشنہٕ جوٗ سارٕنٕی ہسبنتھ ۔ زیوٕہ گن کوٚہ زانہٕ تتہِ اسی کینتھ

کرشنیٚ ابادٕمان تس روٚس ساگرٕہی بادا۔ رادھا...

پرماننده ژیٚہ تہٕ لیکھنےٚ انٛد

پوٗشنےٚ ہیتھوی پریم انٛدے وٕنٛد

رادھا سرسوتیہ کوٚرنے ژیٚہ پرسادا

رادھا کرشنہٕ رادھا کرشنہ رادھا کرشن جی



ہوئے اسرار گلشن بیان کر رہے تھے۔

گوکل میں (تین پیڑھی اوپر تک سب یعنی) دادا پردادا تک نجات حاصل کر چکے تھے۔

راس اُسے کہتے ہیں جہاں پریم رس کا سمندر جمع ہو۔ راس اُس حالت کو کہتے ہیں۔ جس میں کھٹّا اور میٹھا ایک جیسا مانا جائے

راس اُس حالت کو کہتے ہیں، جس میں کسی عیب یا گناہ کا نشان تک باقی نہ رہے۔

ایک ہی سری کرشن سب کے ساتھ تھے۔ میں کہہ نہیں سکتا وہاں جانداروں کی کون کون سی قسمیں موجود تھیں۔

کرشن ہی قایمُ بالذّات ہیں، اُن کے سوا جو کچھ ہے وہ نیست ہونے والا ہے۔

اے پرمانند! تیرا بھی انجام نیک ہو۔ ایسا ہی پریم تیرے اندر شروع سے اخیر تک رہے۔

رادھا نے سرسوتی[1] کے روپ میں تجھ پر عنایت کی ہے۔

رادھا کرشن رادھا کرشن جی



---

[1] موسیقی اور شاعری کی دیوی کا نام اور پرمانند کی ماں کا نام بھی یہی تھا۔ (مترجم)

گیت

لُوسنتھ دوہ وتھ نی کس چھُوی پرارُن

تارُن یِہ پانہٕ یان آسہ ییہ

بوُت کیاہ چکہ چاو چھُوی لوہ کچارُن پچھ کالہ ہینتھ تہ کیتو اُتھی ییہ

کوتہ چھِہ کرہ کرِ گوکھ کرِ نیچہ پوٗنی سارولن تارُن ...

ژوُرس پزہ ہے کالیٔ ففارُن اکھ ہینتھ ورایو پچائی نییہ

اُتھی رزہ ما آسہ کاٹس کھارُن تارن ...

لارُن کینہہ نتہٕ کونہ ناہ لارُن پمپوش زٕھری کا ہینتھ چھکھ کھائی ییہ

بوہ کرہ تہٕ دوہ دہ نشہِ پوٗنی گرتھہ ژارُن تارُن ...

بجرس کیاہ کرِہ دارُن تہٕ پارُن بالہٕ پانہٕ آس سنیائی ییہ

کالہٕ نشہِ موہ کلکھ تہٕ واتکھ نہٕ مارُن تارُن ...

گیت

دن تو ڈھل گیا۔ اب تو کس کا انتظار کر رہا ہے؟
تجھے تو خود ہی اپنے آپ کو پار اُتارنا ہوگا۔
تجھے جوانی کا ایسا گھمنڈ کیوں ہے؟
تجھ جیسے پرانے وقتوں میں بہت ہو گزرے ہیں انہوں نے
تضیع اوقات سے کچھ حاصل نہیں کیا۔ جیسے ٹوکری میں
پانی بھر بھر کر لانے سے کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔
چور کو چاہیئے تھا کہ سرِ شام ہی اس خیال سے گھبرا اُٹھتا کہ
جو رسی وہ پھندا ڈالنے کے لئے ہاتھ میں لئے جا رہا ہے
کہیں وہی رسی اُسے پھانسی دئے جانے کے کام
نہ آئے۔

اس دُنیا میں ہاتھ تو کچھ نہیں آتا، مگر دوڑ دھوپ بہت ہے
کنول کے پھول کا کٹورا پانی میں ہوتے ہوئے بھی خالی رہتا ہے
ادراک کو استعمال کرکے دودھ اور پانی (سچ اور جھوٹ) کو الگ
الگ کرنا چاہیئے۔
بڑھاپے میں ریاضت کس کام آئیگی بچپن ہی سے سنیاسی
بننا چاہیئے۔ ایسے ہی تم موت سے بچ جاؤ گے اور کشتی نہ سمجھے جاؤ گے

پراناہ کالَس زٕ ہیتھ وۄہ دارٕن آسَنہٕ سروانگہ نیاٸے رِسیے
وٕ ہراٹھ ریپہٕ دھیان پرٚان سندرٕ اون تارٕن ...
وۄہ مہٕ کے شبدٕ سے دارٕ ناپہٕ دارٕن گُنبکہٕ بُوٕ گہٕ ابھیاسٕے رِسیئے
شمبھو سُنبرِ تھ پان وٕیٖزارٕن تارٕن ...
نادٕہ بٔیندٕ یُوگہٕ بیول سُم گرِٹھ ہارٕن بُود نہٕ بُومہٕ اَدِہ ناٸے رِشیے
گیانہٕ دانہٕ بھیلہِ بھپلِ کھل ہیٔہ سارٕن تارٕن ...
موہ کھتی موہ کھتہٕ چھے دانہٕ دانہٕ کھارٕن ’سوٕہم سو‘ تولاٸے رِسیے
مینزٕ مینزٕ کھیر سمدرٕ گرِٹھ پھیارٕن تارٕن ...
پرمانندٕ وۄہ ندہِ بھگوان گارٕن منز رٕوزِتھ تہٕ وَن واٸے رِسیے
ہُنس جنگلس سگ دِتھ نارٕن تارٕن ...



علے الصباح ہی اپنے من کو اُبھار۔ آسن جما اور اپنے سارے اعضائ پر دیوتاؤں کو متمکن کر۔ ایسا دھیان کرکے کہ حق تعالےٰ ساری کائنات میں جلوہ گر ہے۔ اپنے نفس کو تقویت دے۔ اُوم اُوم کہتے کہتے من کو یکسو کر۔ حبسِ نفس کی مشق سے شمبھو (یعنی شانتی اور امن کے رُوپ پرماتما) سے ہمکنار ہو کر خود آشنا ہو جا۔

لافانی شعور کی کھیتی میں "نادبِندُو" کا بیج برابر بوتے رہ۔ پھر معرفت دانہ دانہ جُڑ کر ایک خرمن بن جانے لگے گی۔

نجات کو موتیوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جن کا ایک ایک دانہ اَناالحق کے ترازو پر چڑھانا چاہیئے۔ گویا بحر شیر کو قطرہ بہ قطرہ چھاننا چاہیئے۔

اے پرمانند! دل میں بھگوان کی تلاش کر۔ باطل کے جنگل کو آگ لگا کر سینچنا چاہیئے۔ لوگوں کے بیچ میں رہتے ہوئے بھی بن باسی کی طرح رہ۔ جلوت میں خلوت پیدا کر۔



گیت

کاسہ یمہ ینیہ چون پریتم تہ لو لو
زیون مرن تیہ یُن گژھن چھہ برم تہ لو لو

نیتر نیم یُس کرتس لگہ بھکھتی جاگنی
منہ تہ رگس ہنکہ رٹتھ وگہ بھکتی جاگنی

پیہ سہزک دریہ رگہ رگہ بھکتی جاگنی
انو لبہ وہ لبہ دہ انو گریہہ الگم تہ لو لو

کاسہ یمہ ینیہ چون پریتم تہ لو لو

پتہ لارنس اشہ بیعزتہ سبود چھکھ ازہ نہ زانہ
آسہ سارنی سہ گومت دود چھکھ نہ زانہ

تس وین یُس چھہ سارنی تھود چھکھ نہ زانہ
شانت ایکانت پراوہ شم دم تہ لو لو

کینہہ تہ روزہ تہ نزانُن نہ زانُن تس
سوادہ اسوادہ نشہ کینژ ہا بیہن نن تس

کینہہ ہہ کھٹنس لایق تہ نون ونُن تس
سعہ کھ دہ کھ کیاہ اُتھی دوکھ سم تہ لو لو

کتھہ کرنس تہ مرنس چھُنہ ہشر
معنہ بوذنس تہ پرنس چھُنہ ہشر

"گیت

تیری محبت (اے خدا) موت کا ڈر دُور کر دیتی ہے
پیدائش اور موت ایک فریب ہے۔

جو کوئی بلا ناغہ اور متواتر تیری عبادت کرنے میں ثابت قدم ہو وہ اپنے نفس کو لگام دے کر قابو میں رکھ سکتا ہے۔ تیرا عشق اُس کی رگ رگ میں معرفت ذات کا رس پہنچائے گا اُسے وہ حال نصیب ہو گا، جس سے خدا کا نایاب فضل اُس کا شامل حال ہو۔

آٹھوں قسم کی کرامات اُس کے قدموں پر ہونگی۔ مگر وہ اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ اس لئے کہ وہ ایسی سب باتوں سے بالاتر ہو گا۔ سوا خدا کے جو سب سے بڑا ہے اور کچھ اُس کی نظر میں نہیں جچتا۔ اس کو تسکین، خلوت اور نفس و حواس پر قابو حاصل ہو گا۔

کسی بات کا جاننا یا نہ جاننا اس کیلئے باقی نہیں رہیگا۔ کھٹے میٹھے کا ذائقہ دار یا بے ذائقہ ہونا اُس کیلئے ایک جیسی بات ہو گا۔ کوئی بات چھپانے والی یا صاف صاف کہہ دینے والی اُس کیلئے باقی نہیں رہیگی۔ اُسی کو کہتے ہیں سُکھ دُکھ میں ایک سا ہونا۔

باتیں کرنے اور مرنے (یعنی بیخودی) میں بڑا فرق ہے۔ معنی رسمی اور درس کتاب میں بہت تفاوت ہے۔ خدا کا نام لینا اور خدا کو اپنا آپ سونپ دینا ایک ہی بات نہیں۔ یہ باتیں وہ پسند کریگا جو جسمانی زندگی کو بھلا بیٹھا ہے۔

دَے سوِرنَس تہٕ شرنَس چھُنہٕ ہمشر　　ژہہِ تَس یَس وَنہِ چھَینہٕ ژمم تہٕ لولو

دَزہِ دیہہس پزہ نزہِ امرِیتہٕ پھَل　　دِس پرنیچھک تے پرنیچھی دُپُس مَرتہٕ پھَل

کانہ نیرہِ کیاہ نیرہِ نے کانے پھل　　موہ کھتہٕ پلزیا تارِی زلیس تہٕ ترژم تہٕ لولو

وید شاستر تہٕ پُران ییژ پرِی پرِی　　کرِہہ کرمہہ ابھِماںہٕ سینی سُشر کرِ کرِ

معنہ لُیس بوزہ بُوزی بُوزی شرژ پرِی پرِی　　تارٕ چھَینہٕ تَس تارہٕ تارہِ ووم تہٕ لولو

گال ہیٚن ہیٚن تہٕ دٕن تراس مُشراو　　زال مرہ مرہ سورہ سواس مُشراو

درنہٕ آشرم کرِتھ سنیاس مُشراو　　بُوِد پنُنوی چھُ سَود سُوہم تہٕ لولو

یُلہِ تیلی اندرِ لولاے سرِ بَہیہ　　نیلہِ میلی پانَس ہیوہ لُوکہ سرِ بَہیہ

کھیلہِ انتر تہٕ باہر تکہٕ تکہٕ سرِ بَہیہ　　چھُنہٕ پرواے گیلہِ عالم تہٕ لولو

پرمانند　　پرمانندہ پراوِتھ

پراو نوہ نوو نوہ رِکی جندہ پراوِتھ

ناوِہ ترِ گزہِ اکھ چھوہ رکی جندہ پراوِتھ

پرارِی زہ یہٕ کنہ ورزہِ نزہِ تم تہٕ لولہ

جسم کو امرت (آب حیات) دینا مناسب نہیں - اس کو پہلے یہ کہہ کر الگ نکال دینا چاہیئے کہ تو مرنے والا اور بگڑنے والا ہے۔ وہ تیر کیا کام آئے جس کی نوک نہ ہو۔ کیا وہ موتی کبھی کام آتے ہیں جن کو چھیدا نہ گیا ہو۔

وید، شاستر اور پران (جیسی مقدس کتابیں) بار بار پڑھکر یا مذہبی رسوم پر فخر کرنے اور اُن سے اپنے آپ کو تسلّی دینے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جو کوئی شُرتی یعنی وید یا الہام) کے اسرار مخفی کو سمجھ پائے۔ اُسے تو ادم (اسم اعظم) ہی پار لگائے گا ۔ اور اسمیں کچھ دیر نہ لگے گی۔

جو کچھ بھی تیرے پاس ہے اس کا ذرہ ذرہ ترک کرکے ملک الموت کے ڈر کو بھول جا۔ اس خیال کو کہ میں مرنے والا ہوں ۔ آگ لگا دے ۔ اور سب وسوسہ دُور کر۔ ورن آشرم (یعنی ذات پات اور مدارج زندگی) بلکہ سنیاس تک کو بھی بھول جا۔ مطلب کی بات صرف خود شناسی ہے ۔

جب اندر سے محبت کا چشمہ تجھے سیراب کرنے لگیگا تب تجھ میں اوروں کے لئے بھی وہی محبت ہو گی ۔ جو تجھے اپنے لئے ہے ۔ اندر باہر کا پھوّارہ پھوٹ پڑے گا۔ مضائقہ نہیں اگر ساری دنیا بھی تیری ہنسی اُڑائے ۔

اے پرمانند ! مرودِ کامل کو حاصل کر، پھر نیا نیا خرقہ پہن کر تو نو بنو ہو جا۔ بے زری کی نقدی سے کشتی کا کرایہ ادا کرکے پار اُتر کہیں دم نہ لے اور منزل کو مقامِ مقصود نہ سمجھ۔



گیت

گِندُناہ چھُہ زِندہ مَرُن
پانٕہ رۆست پان سوزُن
سہزٕ وٕنیژار کرُن

شرونہٕ چھُہ نس روٚپیت چھُپنہٕ
مۆدیُس سُہ لۆست چھُپنہٕ
بوٚ دپُن پھرُوست چھُپنہٕ ॥

ریٛہہ تہٕ من تہٕ بوٚد تہٕ چھُپنہٕ
وٕیٛد ریٛد سیٛر تہٕ چھُپنہٕ
مۄہ تہٕ برٛہم تہٕ دَر تہٕ چھُپنہٕ

گیت

جیتے جی مرجانا ایک بازیچہ[۱] ہے
خودی چھوڑ کر اپنی اصلیت پر غور کرنا ہے۔
سہج[۲] وچار کرنا ہے۔

شرتی (یعنی وید) کہتی ہے کہ اُس ذاتِ پاک کے سوا اور کچھ نہیں۔ ماسوا فانی ہے۔ جو مرتا ہے اس کو ہست نہیں کر سکتے، اس لئے جسم کو مدِ نظر رکھکر "میں" "میں" کہنا کوئی شگونِ نیک نہیں۔

حقیقت جسم نہیں، نفس نہیں، ادراک بھی نہیں۔ قاعدہ اور خوشحالی یا کامیابی بھی نہیں۔ وہم و گمان اور انانیت بھی نہیں۔

ع۱ گندُنا کے معنی بازی لگانا بھی ہیں۔

ع۲ سہج سے مُراد اصلی یا فطری حالت ہے۔ سہج وچار: فطری ادراک۔ (مترجم)

ویدو وۆ نمتوٗی!

بعدو دَنہٕ اوٚ نمتوٗہی

بعدو نِشہٕ ژھیوٚ نمتوٗی ۔

شکَٹ وۆ ہس نتہٕ شوَرے

زادکس تہٕ آدکوَرے

نیٚش تہٕ دیٚن شِشہٕ نتہٕ روٗے ۔

سَتھہ ژیتھہ آندہٕ میٚیے

واعِتھ میٚیے معیٚیے

واعِتھ یَس پہٕ معیٚیے ۔

منہٕ ووے کاسہٕ ڈوٗنی

اعِسہٕ آسہٕ ڈوٗنی

نہٕ اعِسہٕ باسہٕ ڈوٗنی

ویدوں نے (اُس ذاتِ پاک کی ہستی کا) اعلان کیا ہے
بیدار ادراک والے اُس کو جان گئے ہیں۔ تفکّر سے وہ
پرے ہے۔

کوئی اُسے شکتی کہے کوئی شِو، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا
نہ اُس کا ظہور کسی سبب کے تابع ہے۔ وہ دن میں بھی اور رات
میں بھی سُورج اور چاند کی طرح نُور ہی نُور ہے۔

وہ ہستیٔ مطلق، عرفان اور سرُور ہے
ذرّے ذرّے میں موجود ہے جسے پاکر انسان موت سے
چھُٹ جاتا ہے۔

وہ دل سے دوئی مٹاتا ہے۔
وہ ہے اس لئے کہ وہ ہے اور جو کچھ حقیقت میں نہ ہو کر بھی
ہست معلوم ہوتا ہے۔ وہ بھی وہی ہے۔

پرماتما اَپَر

دِیشہ کالہٕ وٚین تہٕ سَتھ گور

موٗرمُت بیمٕ ژرا ژر ،،

بُوزِتھ وارہٕ پأٹھی

ترأوِتھ پأٹھی اتأٹھی

پاکھنڈہٕ تہٕ پأٹھی ،،

ژٕنیتھ سۆہٕ پُتوٗی ژیداکاش

سِرِی یہٕ تَتہِ چھُوی سۆہ پرکاش

اَستہ ووٚدے چھِسہٕ تھیٚتھ ناش ،،

تَتہِ سوٗرِی چھُ شرٛپان

تَتہِ ما پان دیٚپان

بھگوان تِتھۍ چھ دَپان ،،

وُہ پرماتما ہے، اُس سے پرے کچھ بھی نہیں۔
وُہ فضا و زماں کی قید سے باہر اور حقیقی مُرشد ہے۔
کُل عالم کیا جمادات کیا حیوانات سب میں سمایا ہوا ہے۔

جب دھیان دے کہ حقیقت کو سمجھا گیا ہو اور عزیزاور جو عزیز نہ ہوں اُن سب کو چھوڑ دیا گیا ہو، تو پاکھنڈوں اور محض زبانی پاٹھ (ورد یا وظیفہ) پڑھنے والوں سے مُنہ موڑنا ہوگا۔

شعور پاک کا تصوّر کر، جوکہ آکاش کی طرح صاف ہے اُس میں سورج خود بخود روشن ہے۔ اُس کا نہ طلوع ہے نہ غروب، نہ وجود ہے نہ عدم۔

جس میں کُل موجودات سما جاتے ہیں، اُس میں خودی کی کوئی گنجائش نہیں۔
وہی خدا کہلاتا ہے۔

سِریَس ماچھَ ژھاییے
ژِہ وۄنھ اَمِہ شاییے
بابِہ ژٔ لِنے ژٔئیہ گرٛاییے ،،

بیٚژ گاٹہٕ پیٹیٚہ گاٹے
ترٛاوِتھ پھُٹہٕ پھیرٛاٹے
پھُٹ کیا زِہ رِتی بوٚ واٹے ،،

بھگوانہٕ اوِ ناشے
اوِ ناشِہ آکاشے
گٔٹہٕ آسی تن تہٕ گاشے ،،

تَس روٗست یِی ژِہ زانکھ
رِتی ٹھوٗر ژِہ مانکھ
روزِکھ تہٕ بھیانکھ ،،

سُورج کا سایہ ہی نہیں ہوتا۔
تُو ہی جو سایہ بناتا ہے۔ بیچ میں سے ہٹ جا۔ تو بھائی!
تیرے شلوک دُور ہو جایئں گے۔

حد سے زیادہ زیرکی سے آدمی خسارے میں پڑ جاتا ہے
جبکہ ٹُوٹی پھُوٹی یا ناکارہ چیزیں پھینک دی جایئں،
پھر ایسی کیا چیز رہ جاتی ہے جسے دُرست کرنا ہے۔

لافانی بھگوان آکاش کی طرح کیا اندھیرے کیا اُجالے
میں دائمؔ اپنی روشنی سے جلوہ گر ہے۔

اُس کے سوا جو کچھ بھی ماسوا تجھے دکھائی دیتا ہے
چاہے وُہ دلچسپ ہو یا خوفناک، وُہ سب اُس روشنی
کے لیئے ایک پردہ بن جاتا ہے۔

پریمہ سوٕرۍ وٕنہ وَنے
زٕنہٕ میٖٹھۍ ہَنہٕ ہَنے
پوٗنی لگہٕ تیٖلہٕ کَنے ،،

وارٕ ییلہٕ وُچھ مندر
روزٕ نہٕ تُھتھ اندر
اَندٕ وندٕ شامہٕ سُندر ،،

وژھ ترٲوِتھ تہٕ دارے
یور زانہٕ تور لارے
تَس وَین کیازِ لارے ،،

لَلہٕ وُن چھُ لَلہٕ ڈُنوۍ
بالہٕ گوپال گُنُوۍ
وۄن تھوَ چھۄکنہٕ اوٚنوۍ

پریم کا شعلہ دہکتی ہوئی آگ کی طرح تیرے وجود کے ذرے ذرے کو شعلہ زن کرے گا۔ اور پانی تک تیل کا کام دے گا۔

اس مندر کو (یعنی درگاہ مقدس کو) غور سے دیکھ۔ وہیں نہ رُک جا۔ کیونکہ بھگوان سب جگہ موجود ہے۔ (یعنی صرف وہیں تک محدود نہیں)

پھر من کے سب دروازے اور دریچے کھول دئے جائیں تاکہ جہاں اس کی مرضی ہو وہاں کا رُخ کرے۔ اُس کے (خدا کے) سوا ہے ہی کیا چیز، جو اُسے آلودہ کر سکتی ہے؟

للیشوری نے کہا ہے کہ ایک معصوم گوپال کرشن کو دل میں بٹھا کر جھُلانا ہے۔ تو اندھا تو نہیں، آنکھیں کھول کر دیکھ۔

وۄنِمت یہٕ سوٚہ آتمہٕ پَرٛژھے
سہزَس پٕرٛاو پٕرٛژَھے
شمَہ تہٕ دُمہ ناو گرٛژَھے ॥

پرٛمانندہٕ ووٚندس
گرٛشنَس زٕہ پان وَندس
سوٚنتَس کیاہ تہٕ وَندَس ॥



اُس نے (للّا نے) کہا کہ حقیقت ذات کو جاننے کے لئے
عین الیقین کی ضرورت ہے، پھر کسی ریاضت یا ضبط
کی ضرورت نہیں۔

پرمانند کے دل کی خواہش ہے کہ چاہے بہار جوانی ہو یا
زمستان پیری، وہ کرشن پر ہمیشہ قربان ہو جائے۔



گُل تہٕ ژھاے

گُلس تہٕ ژھایہ اوس اَکھ کال نیاے   سِریس نشہٕ اَنز رنہٕ آیاے
ژھایہ دوٚپ سیٹھاہ وۄاَر کوٚرنم گُلو   ژھایہ رۄدُم اچھن پاٹھ نم پھُلو
وُچھ ہَن مسنوہ کھ بانہٕ منزٕ بان   واتس یانی ساتس نہٕ روزان
گُلِ دوٚپُس مِیانِ سی سایس تَل   بچہ کھے تہٕ نتہٕ تراو پچھنچ گَل
کُنہٕ کیا روزکھ نہٕ وۄہ تیہ یِنے بوہ تھوٚد   سِریہ وُچھنک ساد گژھی ہوٚد

پننوی کال چھا پانہٕ ژھارَن   ماوٕ ہے تہٕ آسہٕ ہم پیٹھ لارَن
لَے گژھہ میٚتی تَل بۄے سپنکھ   موَرکھ نہٕ سِریس نکھہٕ نکھہٕ نکھَ
پانہٕ یِس نہٕ روزہٕ وُچھوُن درشُن   کُنہٕ کیاہ نَفاہ آکاشہٕ ورشن
پانہٕ رُوزِتھ پرماتما پڑاو   ظلہٕ پُیس پانہٕ تس گیانہٕ کیاہ ڈراو

درخت اور سایہ

ایک تمثیلی قصّہ

درخت اور اُس کے سائے کے درمیان عرصے سے تنازعہ چلا آرہا تھا. جس کا تصفیہ وُہ سورج سے کرانا چاہتے تھے۔

سایہ نے کہا کہ درخت نے میرے ساتھ بہت زیادہ بُرا برتاہے۔ وُہ میرے سامنے ایک اوٹ بن گیا۔ اور اُس نے میری آنکھیں بیکار بنا دیں.

اُس کی خواہش تھی کہ کاسہ انفرادیت میں سورج کو روبرو دیکھوں، لیکن جونہی میں پاس جاتا ہوں، ایک لمحہ کے لئے بھی وہاں نہیں ٹھہر سکتا۔

درخت بولا کہ تیرے بچنے کی صورت صرف میرے ہی زیر سایہ ہے ورنہ زندگی کی اُمید چھوڑ اگر میں ہٹ گیا تو تیرا وجود باقی نہیں رہیگا اور سورج کو دیکھنے کا تکلف پھیکا پڑ جائیگا کیا کوئی اپنی موت کی خود تلاش کرتا ہے؟ میں یہ ثابت کر دیتا. مگر تو پھر میرے ہی پیچھے پیچھے ہولے گا۔

میرے ہی قدموں میں مدغم ہو جا، پھر تو وہی بن کے رہیگا جو میں ہوں۔ اور سورج کے ہم شانہ ہو کر تجھے نیچے جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

جب دیکھنے والا خود ہی نہ رہے، تو مشاہدہ سے کیا فائدہ؟ جیسے آسمان سے پانی برسنے سے پتھر کو کوئی فائدہ نہیں۔

جیسا تو ہے ویسا ہی رہ کر خدا تعالےٰ کی حضور تک پہنچ جا۔ کیونکہ جو خود ہی ختم ہُوا اُسے گیان کیا کرے؟

بوزی بوزی ژھایہ ہم تمنئے روزن   کلہ روست سرہ کرہ ہا بوزن
لنجہ اکہ سرہ تانی ژھوہ نجہ ڈلیشان   کوہ نجہ گلنجہ اس وڈھ پھیشان
زونن زہ سر لیس وچھنیچ جاسے   کلہ روستوی چھم ہنہ اندیوس نیاسے
پادن تل سایہ کلہ سی ہیوو   لین گو تہ ونیچ روزس ہنہ زیو
سریہ کیاہ زہ تیتھ سیتھ سر وپ زانن   یس پانہ اسیتھ گو ہنہ زانتھ نون
ترسے گوہ نمسے نیر گوہ نکوہی روپ   گل گو گل دیدہ وونمت بھوپ
زیویس ثوہ نہ ژسیتھ آبھاس   پرنہ ہمیب ژنمہ زنمک ادھیاس
ستھ گوہ رتہ ہب میون شر نکریش دیو   ترسے لوکی دیہہ تہ سوچھس زیو
سوی چھوکی گل تہ سوی چھوکی جزو گل   ییمی کدکی میتہ منزہ رنگہ رنگہ گل
روزئیلہ کلہ کے آسرہ ژھاسے   اندیوس نیلسے میٹتہ اندیم نیائے
دیم گوہ ڈہ بانہ منگنس کیتھ   ادہ تیتھ بانس لدہ رت دت
ہیرہ لوہ نہ لوہ نہ اسیتھ لوہ نہ بوہی   انہ گرہیہ سیتی کاسیتم منہ دوہی



یہ سُن کر بھی سائے کے دل میں شک رہا، اور اُس نے سوچا کہ میں درخت کے بغیر اس بات کو پرکھنا چاہتا ہوں۔

اتنے میں ایک ٹہنی کے بیچ میں سے سورج چمکنے ہی کو تھا کہ " نابود ہونے کے پیچ و تاب میں سائے کے ہونٹ خشک ہو گئے۔

اب اُس نے جان لیا کہ سُورج کو دیکھنے کے لئے درخت سے الگ ہو کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اس طرح اس کی شکایت جاتی رہی۔

اسلئے سایہ درخت کے پاؤں پڑا۔ اُس کے ساتھ مدغم ہو گیا، اور اس میں گویائی کی طاقت نہ رہی۔

سورج کیا ہے؟ اُسی حق تعالےٰ کی ذات ہے جو ہستِ واحد ہوتے ہوئے بھی کبھی ظاہر نہ ہُوا۔

درخت وُہ (کُل) ہے جو صفات سے بالاتر ہو کر بھی تین اوصاف (ست، چت آنند) صُورت میں جلوہ گر ہے۔ ویدوں نے اُسے مالکِ کُل کہا ہے۔

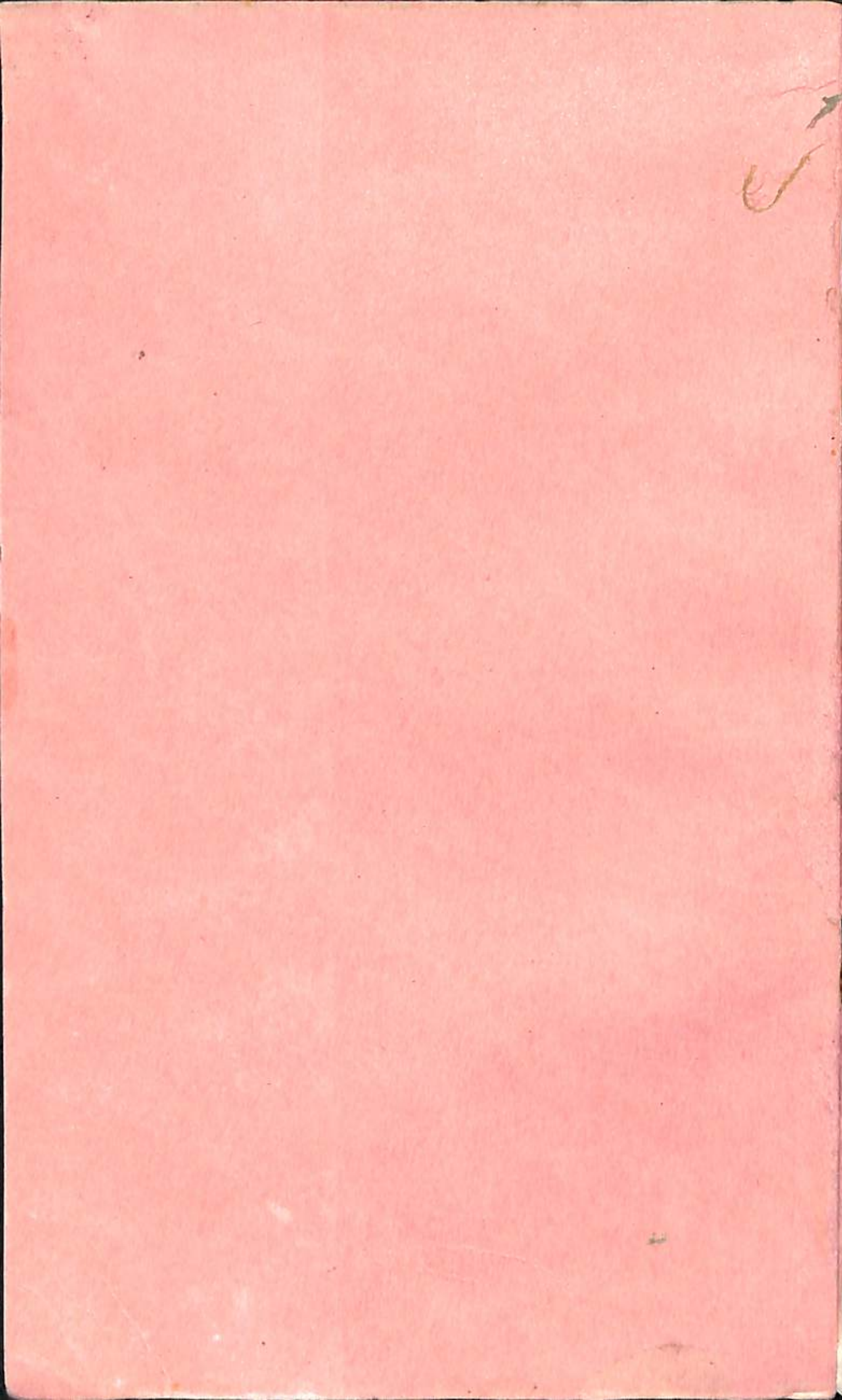
سایہ جیو ہے جو موہ اور بھرم (وہم و گماں) کے زیر اثر جنم جنم سے ایک طرح کا عکسِ ذات ہے۔

میرے مُرشد حقیقی اور باپ سری کرشن[۱] مہاراج ہیں۔ عالم سہ گانہ ایک جسم ہے اور وُہ اُس کی جان ہیں۔

وہی کُل[۲] ہے اور وہی جزوِ کُل ہے جس نے مٹی میں سے رنگ برنگ پھول پیدا کیئے۔ جب سایہ درخت کے سہارے رہا، تو اس کا جھگڑا ختم ہو گیا۔ کاش میرا بھی مسئلہ ایسے ہی حل ہو جاتا!

پہلے وُہ (حق تعالےٰ) مجھے مانگنے کے لئے کاسۂ استحقاق دے پھر اُسے اچھی اچھی نعمتوں سے بھر دوں میں سمجھتا ہوں اگر "میں" مٹ جائے تو اوپر نیچے ایک میں ہی ہوں۔ پرمیشور اپنے کرم سے میرے من سے دوئی مٹا دیں۔

۱ سری کرشن پرمانند کے باپ کا بھی نام تھا۔ ۲ کُل = درخت اور کُل (مترجم)




BROCAS ARTISTIC PRESS
SRINAGAR KASHMIR